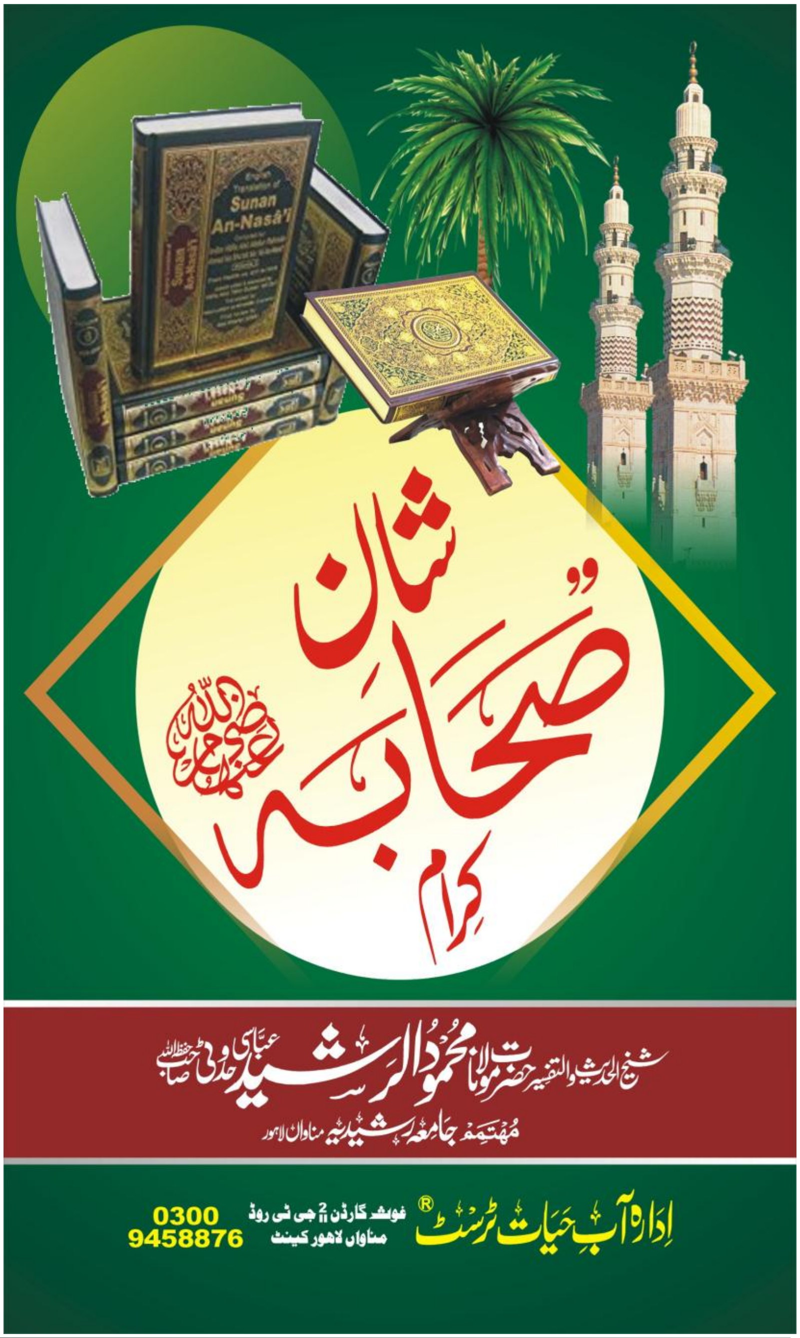
English Translation of
Sunan An-Nasa'i
شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی صاحب حفظہ اللہ
مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور
ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ ®
غوثیہ گارڈن 2 جی ٹی روڈ
مناواں لاہور کینٹ
0300
9458876

شان

صَحَابَہ کَرَام

تصنیف

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر
حضرۃ مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب مدظلہ
سابق استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور بانی ومہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور

یہ مضمون ماہنامہ آب حیات، ماہنامہ صدائے جمعیت لاہور جولائی ۲۰۱۹ء کی اشاعت میں شائع کیا گیا۔ بندہ عاجز: محمود الرشید حدوٹی مدیر اعلیٰ ماہنامہ آب حیات لاہور

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شجاعت و بہادری	۳
وزیر اعظم پاکستان اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۴
قرآن اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین	۲۳،۲۵
مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین	۳۲
مہاجرین و مجاہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین سچے مومن اور مغفور	۳۵
بیعت رضوان اور رضائے رحمان	۳۶
تقویٰ اور صداقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پہچان	۳۹
مہاجرین اور انصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے جنت اور فوز عظیم	۴۰
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معتدل امت	۴۳
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہترین امت	۴۴
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین انتخاب خداوندی	۴۵
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب جنتی	۴۸

شان صحابہ کرام اور ارشادات رسالت مآب ﷺ

ص 49 تا ص 81

صَحَابَہ کَرَام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کی

شُجَاعَت وبَہادری

وزیر اعظم پاکستان جناب عمران خان نیازی نے اپنی ایک نشری تقریر میں حضرات صحابہ کرامؓ کو ہدفِ تنقید بنایا، جس سے اندازہ ہوا کہ ایک اسلامی ملک میں اتنے بڑے منصب پر فائز شخص کا ان عظیم ہستیوں کے بارے میں کیسا سطحی مطالعہ ہے، یہ تحریر وزیر اعظم کے مطالعہ میں اضافہ اور ان کے ایمان کو درست سمت دینے کے لیے تحریر کی گئی ہے۔

تحریک انصاف پاکستان اور اس کے بانی لیڈر جناب عمران خان کو ایوانِ اِقتدار میں لانے والی خلائی مخلوق پر اس لیے تعجب ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ایک اَردلی، ایک بٹ مین، ایک جوتی پالش کرنے والا، ایک دھوبی، اور ایک سویپر بھی ہلکے پھلکے انداز میں کبھی بھی کسی بھی صورت میں بھرتی نہیں کیا جاتا، جوتی پالش کرنے والے سے لے کر پھولوں والی وردی پہننے اور سٹک ہاتھ میں لہرانے والے سپہ سالار تک سب لوگوں کے لیے کوئی نظم و نسق، کوئی ڈِسپلن، کوئی ضابطہ اور کوئی نہ کوئی طور طریقہ وضع کیا گیا ہے، مگر افسوس صد افسوس بائیس کروڑ عوام جس شخص کے سپرد کر دیے گئے ہیں اس کے لیے کوئی قانون اور کوئی ضابطہ بظاہر طے نہیں کیا گیا۔

۲۵ جولائی ۲۰۱۸ء کے انتخابات کو سارا پاکستان، پاکستان کی بڑی بڑی پارٹیاں اور جماعتیں جعلی اور بوگس قرار دے چکی ہیں، وزیر اعظم عمران خان کو سب جماعتیں، پارٹیاں، تنظیمیں سلیکٹڈ اور انسٹالڈ وزیر اعظم کہتی ہیں، اس کا مطلب یہ لوگ واضح طور پر نہیں بتاتے مگر اندھے کو بھی معلوم ہے کہ ان جماعتوں کے کارکنان سے لے کر لیڈران تک سب کے نزدیک اس لفظ کا معنٰی، مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ عمران خان کو پاکستانی جرنیلوں نے، پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے اور مقتدر قوتوں نے بائیس کروڑ عوام پر جبراً مسلط کیا ہے۔

ایک سال ہونے کو ہے، عمران خان اور ان کی جماعت ملک پر مسلط ہے، یہ شخص کبھی اپنے آبائی حلقے میانوالی سے ایک کونسلر، ایک یوسی چیئرمین، ایک ضلع کونسل، ایک صوبائی اسمبلی کی سیٹ جیت کر مقامی سطح پر عوامی خدمت کا کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکا، اس کی ساری زندگی کی کل پونجی کرکٹ کے میدان میں ورلڈ کپ جیتنا ہے، وہ اسی ورلڈ کپ کی مثالیں لوگوں کو سنا سنا کر ملکِ پاکستان کو چلانے کی باتیں کرتا رہا، وہ تبدیلی کے عنوان پر لوگوں کے ذہنوں کو کسی حد تک متحرک کرنے میں ضرور کامیاب ہوا، جس کو دیکھتے ہوئے خَلائی مخلوق نے اپنے طور پر یہ خیال کرلیا کہ شاید یہ نجات دہندہ ہے۔

چنانچہ اس شخص کو بائیس کروڑ عوام پر ناکردہ جرم کی سزا کے طور پر مسلط کیا گیا، اب ان لوگوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے کہ ہمارا انتخاب غلط تھا، بڑی گہرائی میں یہ لوگ سوچ رہے ہیں، اسی لیے سارے کام انہی کے تجربات کی روشنی میں ہورہے ہیں، ایک حکومتی وزیر نے ایک ٹی وی شو میں بھانڈا پھوڑ دیا ہے کہ ملک میں کیا ہورہا ہے کسی وزیر مشیر کو کچھ پتہ نہیں ہے، کام ہوجاتا ہے تو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ کام ہوگیا، بین الاقوامی دنیا کو دکھانے کے لیے ایک سول شخص کا چہرہ سامنے لانا ضروری سمجھا گیا ہے ورنہ ملک کی باگیں کسی اور کے پاس ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ انتخابات سے کئی سال پہلے عمران خان اور اس کی پارٹی لوگوں کے اذہان کو غلط طور پر متحرک کرتی رہی، مگر ان کی حکومت آنے کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ نالائقوں اور حقیقی نااہلوں کا ٹبر ملک کی باگیں سنبھال بیٹھا ہے، جس سے ملکی تاریخ میں ملک کا بے پناہ نقصان ہورہا ہے، وطن عزیز پاکستان ان نااہلوں کے دور ضلالت میں جان کنی کے عالم میں ہے۔

عمران خان نے سیاست کی چُولیں اپنی نااہلی، نالائقی، زبان درازی، طعن و تشنیع کے نشتروں سے ہلا ڈالیں، چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر شخص اس وقت باؤلوں کی طرح اپنی زبانیں دراز کیے ہوئے ہے، اب سیاست سے آگے نکل کر دین اور اسلام کے ساتھ بھی عجیب کھلواڑ شروع کرر کھا ہے، عمران خان کی تقریریں اور انٹرویوز سن لیجیے ان کی باتوں سے قادیانیت کی بوآتی ہے، انتخابات سے پہلے ان کی پارٹی قادیانیوں کو سہانے سپنے دکھاتی رہی، جس کے پروف اور ثبوت فیس بک پر کلپس کی شکل میں موجود ہیں۔

میسج ٹی وی کے ساتھ انٹرویو کے دوران عمران خان نے ملک میں بسنے والے تمام ادیان اور مذاہب کے ساتھ برابری کی بات کی مگر اس نے آئین پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار پانے والے قادیانیوں کے بارے میں صاف کہا کہ میں اس بات کو نہیں مانتا کہ جو نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

عمران خان نے آسیہ مسیح نامی عورت کو بیرونی دباؤ کے تحت ملک سے باہر بھیجوایا، یہ عورت نبی کریم ﷺ کی گستاخ تھی، اس نے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا گالیاں دی تھیں، جس کی پاداش میں عدالت نے اسے جیل بھیجوایا تھا، اسے رہا کروانے کے لیے گورنر پنجاب سلمان تاثیر سرگرم عمل تھا، جس نے توہین رسالت قانون ۲۹۵ سی کو کالا قانون کہا تھا۔

اسی وجہ سے اسے اس کے ایک محافظ ممتاز حسین قادری نے قتل کر دیا تھا، اسی وجہ سے ممتاز حسین قادری کو گرفتار کر لیا گیا تھا، بعدازاں ممتاز حسین قادری کو عدالتی حکم پر شہادت کے پھندے پر لٹکا دیا گیا تھا، جس گستاخ عورت کی وجہ سے گورنر پنجاب قتل اور ممتاز حسین قادری شہید ہوئے اس گستاخ عورت کو بے گناہ قرار

دلوایا گیا، پاکستانی عدالتوں نے انصاف کا خون کیا، ملک میں اس فیصلے کے خلاف افرا تفری پھیلی، عدلیہ اور فوج کے خلاف وہ کچھ کہا گیا جو نہیں کہا جانا چاہیے تھا، مگر مسلمانوں کی غیرت اور ایمان کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے ایمانی جذبات کا اظہار کرتے۔

گستاخ رسول کو پہلے رہائی کا پروانہ دیا گیا، پھر اسے بیرون ملک روانہ کیا گیا، قادیانیوں کو ملک میں پہلی بار عمران خان کی حکومت میں چھوٹ مل گئی کہ تاجدار ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کرنے پر تھانوں میں پرچے درج کیے گئے، اس کا ثبوت اور پروف بھی فیس بک پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

عمران خان نے ۸۰ فیصد داڑھی والوں کی تضحیک کی اور انہیں چور کہا، جب کہ ۲۰ فیصد داڑھی والوں کو مشکوک قرار دیا، عمران خان نے علماء کرام کی تضحیک اور تذلیل کی، عمران خان نے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے پاکستان کو مدینہ جیسی ریاست بنانے کی باتیں کیں، مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

عمران خان نے جون ۲۰۱۹ء کے درمیانی عشرے کے آغاز میں قوم سے خطاب کے دوران حضرات صحابہ کرامؓ جیسے باضمیر اور باکردار لوگوں کے خلاف زبان درازی کی اور یہ کہا کہ بدر میں صرف ۳۱۳ صحابہ کرامؓ لڑنے کے لیے گئے باقی تو ڈرے ہوئے تھے، احد کے میدان میں صحابہؓ نے لوٹ مار مچائی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم نہیں مانا۔

اس تقریر سے پوری پاکستانی قوم نے اندازہ لگالیا کہ ہمارے وزیراعظم کا اسلامی تاریخ پر کس قدر اور کتنا عبور ہے، عمران خان کی اس متنازعہ اور ایمان سے عاری تقریر پر ملک بھر میں شدید رد عمل کا اظہار کیا جارہا ہے، علماء طلباء اور ارباب پارلیمان سبھی عمران خان پر لعن طعن کررہے ہیں، جو لوگ دین اور دینیات کو سمجھتے ہیں وہ وزیراعظم کی جہالت پر انگشت بدنداں ہیں۔

پاکستان مسلم لیگ کے صدر جناب شہباز شریف نے اسمبلی میں بجٹ پر تقریر کرنے سے پہلے ناموس صحابہؓ پر بات کرنے پر زور دیا، سپیکر اسمبلی کے چیخنے چلانے کے باوجود شہباز شریف نے بجٹ تقریر یہ کہہ کر مؤخر کردی کہ ناموس صحابہؓ کا تعلق ہمارے ایمان سے ہے، پہلے ناموس صحابہؓ پھر بجٹ تقریر۔

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمان صاحب کے بیٹے رکن قومی اسمبلی مولانا اسعد محمود نے اسمبلی میں ناموس صحابہ کرامؓ پر ایک مضبوط مؤقف اختیار کیا، اسمبلی سے باہر انہوں نے پریس کانفرنس کی جس میں ایوان اقتدار میں بیٹھے بدمست ہاتھیوں کے خلاف سخت لب ولہجہ میں بات کرتے ہوئے ناموس صحابہؓ پر ایمان افروز گفتگو کی، سینٹ میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان کے بھائی مولانا عطاء الرحمان صاحب نے اسلامی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناموس صحابہ کرامؓ پر کھل کر بات کی، فرزند کوہسار جناب شاہد خاقان عباسی نے اس موقع پر ناموس صحابہ کرامؓ کے لیے کھل کر اپنا مؤقف بیان کیا، غرضیکہ مسلمانوں نے ناموس صحابہ کرامؓ پر ایمانی جذبات کا اظہار کیا۔

میں اس بات پر حیران ہوں کہ کیا وزیراعظم پاکستان اتنا جاہل شخص بھی ہو سکتا ہے جسے اپنی اسلامی تاریخ سے ناواقفیت ہے اور مسلمانوں کے بائیس کروڑ آبادی والے ملک کا حکمران ہے، جسے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ مٹھی بھر مسلمان مکہ کی سرزمین پر اپنے نبی کریم ﷺ کی حفاظت کے لیے دائیں بائیں موجود رہتے تھے، وہ کافروں کو اس وقت بھی ایمانی جذبات سے اپنی جنم بھومی یاد دلا سکتے تھے مگر انہیں ان کے رب قادر وقدیر نے روک دیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو، سخت ترین آزمائشیں برداشت کیں، صعوبتیں اٹھائیں مگر اپنے رب کے حکم سے عدولی نہیں کی۔

پھر رب کے حکم پر ان شیر دل انسانوں نے اپنے عزیزوں، اپنے رشتہ داروں، اپنے کاروبار، اپنے روزگار، اپنی جائیداد، اپنے ڈھور ڈنگروں کی قربانی دی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے دامن مصطفےٰ ﷺ سے وابستہ ہو کر مکہ سے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

مدینہ میں بے سروساماں، لٹے پٹے قافلے پہنچے، نہتے لوگ اپنے محبوب قائد کی خاطر یہاں پردیس میں پہنچے تھے، اگلے ہی سال نہتے تین سو تیرہ لوگوں نے مدینہ سے کچھ فاصلہ پر بدر کے مقام پر حملہ آور کافروں کو چھٹی کا دودھ یاد کروایا، کافروں کے ستر لوگ مار ڈالے، ستر سُورما گرفتار کر کے آقا مدنی کریم ﷺ کے قدموں میں پہنچا دیے، ہمارے ملک کے وزیراعظم پھر بھی نہیں جانتے کہ ان بے سروسامان لوگوں کی جرأت رندانہ کے ساتھ رب العالمین کی نصرت اور یاوری کیسے شامل ہو گئی کہ عرش بریں سے اعلان ہوا کہ ان کے ساتھ اللہ کی مدد اور نصرت تھی کہ انہوں نے بدر کے میدان میں کُشتوں کے پشتے اکھاڑ ڈالے اور تاریخ میں اپنا نام زریں حروف سے لکھوا ڈالا، عرش الٰہی کا لاریب پیغام قیامت تک ان کی بہادری، جان سپاری، شجاعت اور بسالت کے گن گاتا رہے گا۔

حملہ آور کافروں کی تعداد اس تعداد سے کئی گنا زیادہ تھی، نبی کریم ﷺ رات کے سناٹے اور تاریکی میں مصلے کی پشت پر کھڑے ہو کر اپنے رب کی بارگاہ میں زاریاں کرتے تھے کہ اِلٰہ العالمین اگر یہ مٹھی بھر جماعت آج شکست سے دوچار ہو گئی تو ہنگامہ یوم النشور تک تیرا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا، اس لیے فتح و نصرت عطا فرمائیے، انہی نالوں، انہی زاریوں اور التجاؤں کا جواب آیا تو اللہ نے نصرت اور مدد کا سہرا ان کسمپرس مسلمانوں کے سر سجا دیا تھا، یہ ان لوگوں کی جرأت، بسالت، شجاعت، جوانمردی اور بہادری اور ایمان کی مضبوطی پر واضح دلیل تھی۔

ابھی یہ لوگ سنبھلے بھی نہ تھے کہ اگلے ہی سال عرش بریں سے پھر حکم آگیا کہ تیاری باندھ لی جائے اب مدینہ کے قریب جنتی پہاڑ اُحد کے دامن میں کافروں کو جنم بھومی یاد کروانی ہے، چنانچہ یہ غیور و جسور لوگ میدان احد میں اُترے، جہاں کافروں نے اپنے ستر سُورماؤں کا بدلہ لینے کی ٹھان رکھی تھی، جنہوں نے بدر کی شکست کا انتقام لینا تھا، جو جوش و خروش میں سب کچھ تہس نہس کرنے کے لیے یہاں پہنچے تھے۔

جس بدر اور احد میں شریک صحابہ کرامؓ پر طنز کیا گیا، ان کی تاریخ اگر وزیر اعظم درست طریقہ سے مطالعہ کر لیتے یا کسی عالم دین سے سن لیتے تو یقیناً وہ اس طرح کی ہرزہ سرائی نہ کرتے جس طرح انہوں نے کی ہے۔

جو نابکار اور ناہنجار اصحاب پیغمبر ﷺ کی شجاعت، بہادری اور دلیری سے ناواقف ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے، جو اصحاب بدر اور اصحاب احد کی صفات حسنہ سے ناآشنا ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میدان احد سے ایک آدھ دن پہلے صحابہ کرام کے ایمانی جذبات اور ایمانی کیفیات کیا تھیں، یہ بات تاریخ کے جھروکوں میں جھانکنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔

معرکہ اُحد بپا ہونے سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا تھا کہ آؤ ہم دونوں اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگیں، چنانچہ وہ دونوں ایک طرف ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دعا مانگی کہ

اَللَّهمّ إِذَا لَقِيتُ العَدُوَّ غَدًا فَلقِني رَجُلًا شَدِيدًا بَأْسُهُ، شَدِيدًا حَرَدَه فَأَقْتُلُهُ فِيكَ وَآخُذُ سَلبَهُ.(اُسدُالغَابَہ ج ۳ص ۹۱)

اے اللہ! جب کل لڑائی ہو تو میرے مقابلے میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو جسے میں قتل کروں اور اس کا مال غنیمت حاصل کروں۔

یہ دعا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ایمانی اور دلیرانہ جذبات کی عکاسی کرتی ہے، یہ دعا وہ مانگ رہے تھے اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ آمین کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرما۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحشؓ دعا مانگ رہے تھے کہ

اَللَّهُمَّ ارزُقني غَدًا رَجُلًا شَدِيدًا بَأسُهُ، شَدِيدًا حَرَدَه، أُقَاتِلُهُ فِيكَ وَيُقَاتِلُني، ثُمَّ يقتُلُني وَيَأخُذُني فَيَجدَعُ أَنفِي وَأُذُني، فَإذَا لَقِيتُكَ قُلتَ: يَا عَبدَ اللَّهِ، فِيمَ جُدِعَ أَنفُكَ وَأُذُنَاكَ؟ فَأَقُولُ:فِيكَ وَفِي رَسُولِكَ. فَيَقُولُ: صَدَقتَ.«اسدالغابه عزالدين ابوالحسن على بن محمد بن عبدالكريم جزرى المعروف بابن اثير»

اے اللہ! کل میدان جنگ میں ایک بہادر سے مقابلہ کروا جو سخت حملہ والا ہو، میں اس پر سختی سے حملہ کروں اور وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے، پھر وہ مجھے قتل کر ڈالے اور مجھے پکڑ کر میری ناک اور میرے کان کاٹ ڈالے، پھر جب میں کل تیرے ساتھ ملاقات کروں تو تُو پوچھے اے عبداللہ! تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ تو میں کہوں اے اللہ تیرے اور تیرے نبی کے راستے میں کاٹے گئے، پھر تُو کہے کہ اے عبداللہ تو نے سچ کہا۔

حضرت عبداللہ بن جحشؓ یہ دعا مانگ رہے تھے تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ آمین کہہ رہے تھے، اور حضرت سعدؓ فرمارہے تھے کہ عبداللہ بن جحشؓ کی دعا میری دعا سے اچھی تھی، میں نے میدان کارزار میں شام کے وقت دیکھا کہ عبداللہ بن جحشؓ کی ناک اور دونوں کان ایک دھاگے میں پروئے ہوئے تھے۔

ابن اثیر کی اُسدُالغَابَہ میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے دعا مانگی کہ

اَللّٰھُمَّ أُقسِمُ عَلَیكَ أَن نَلقِي العَدُوَّ، وَإِذَا لَقِینَا العَدُوُّ أَن یَّقتُلُونِي، ثُمَّ یَبقُرُوا بَطنِي، ثُمَّ یُمَثِّلُوا بِي، فَإِذَا لَقِیتُكَ سَأَلتَنِي: فِیمَ هَذَا؟ فَأَقُولُ: فِیكَ. فَلَقِي العَدُوَّ فَفَعَلَ وَفُعِلَ بِهِ ذَلِكَ.(اسدالغابہ لابن اثیر)

اے اللہ! میں تیری قسم کھاتا ہوں کہ میں کل تیرے دشمن پر حملہ کروں اور دشمن ہم پر حملہ کرے، پھر وہ میرا پیٹ کاٹ ڈالے، پھر وہ میرا مُثلہ (اعضاء کاٹنا) کردے، پھر جب میں بروز محشر تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تو تُو مجھ سے پوچھے کہ یہ کیوں؟ تو میں کہوں کہ سب کچھ تیری راہ میں کٹا کر آیا ہوں، چنانچہ دشمن نے حملہ کیا اور اس نے جو کرنا تھا کردیا اور یہ کچھ کیا گیا۔

حضرت ابن المسیبؒ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ کی بارگاہ میں امید ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی قسم کل اسی طرح پوری کرے گا جس طرح میدان احد میں ان کی خواہش پوری کی۔

صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ سے ناآشنا لوگو! ذرا سوچو تو سہی یہی وہ عبداللہ بن جحشؓ ہیں جن کی تلوار میدان اُحد کے معرکہ حرب وضرب میں ٹوٹ گئی تھی، کس جانبازی، جانسپاری سے ان لوگوں نے داد شجاعت وبسالت سمیٹی کہ تاریخ میں امر ہوگئے، ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو رحمت دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک ٹہنی عطا فرمائی، یہی کھجور کی ٹہنی ان کے دست مبارک میں پہنچی تو تلوار بن گئی، اس تلوار کا نام ہی عُرجون پڑ گیا تھا۔

یہ عرجون ان کی شہادت کے بعد بھی تلوار ہی رہی یہاں تک کہ ترکی کے معرکہ میں دوسودینار کے عوض فروخت کی گئی تھی، جس بدبخت نے عبداللہ بن جحشؓ کو میدان بدر میں شہادت کا تاج پہنایا تھا اس کا نام ابوالحکم بن اخنس بن شریق ثقفی تھا، جب جام شہادت نوش کیا تو اس وقت حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی عمر مبارک

چالیس سال سے کچھ اوپر تھی، یہ حضرت سیدنا امیر حمزہؓ بن عبدالمطلب کے بھانجے تھے، انہیں اپنے ماموں حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفنایا گیا تھا۔ان دونوں کی نماز جنازہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے پڑھائی تھی، ان کا چونکہ مُثلہ کیا گیا تھا اس لیے ان کا نام ہی المجدع فی اللہ (یعنی اللہ کی راہ میں جس شخص کے اعضاء کاٹے گئے) پڑ گیا تھا، ان کا مال غنیمت نبی کریم ﷺ نے سنبھال لیا تھا، جس کے عوض ان کے بیٹے کے لیے خیبر کا مال خریدا تھا۔

صحابہ کرامؓ کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والے بدنصیب لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میدانِ اُحد مجاہدین اسلام کے مبارک قدموں سے اس وقت محظوظ ہو رہا تھا جب ایک معمولی سی لغزش اور غلط فہمی کے باعث ان جانثاروں، فداکاروں کو چاروں طرف سے دشمنان اسلام نے اپنے حصار میں لے لیا تھا، ستر کے قریب جانثاران اسلام لیلائے شہادت کو گلے سے لگا کر جام شہادت نوش کر گئے تھے۔

جب کافروں نے چہار اطراف سے اسلامی لشکر کو گھیر لیا تو ایسے میں رحمت کائنات، مفخر موجودات ﷺ بھی نرغے میں آگئے تھے، ایسے میں ان بدبخت کافروں نے مشہور کر دیا کہ رحمت دوجہاں ﷺ جام شہادت نوش فرما گئے ہیں، جانثارانِ مصطفےٰ ﷺ اس خبر کو سن کر بے حال ہو گئے تھے، پریشانی کے عالم میں یہ لوگ منتشر ہونے لگے۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ کی نگاہ کیمیا اثر نے جب دیکھا کہ کائنات کے عظیم انسان کہیں دکھائی نہیں دے رہے، تو سب سے پہلے حضور ﷺ کو ان زندہ لوگوں میں تلاش کیا وہاں نہیں پایا تو شہدا کے اجساد خاکی میں نبی کریم ﷺ کو تلاش کیا وہاں بھی نہ پا کر سوچا کہ نبی کریم ﷺ میدان کارزار سے بھاگ نہیں سکتے، ہماری کوتاہ

اعمالی کی وجہ سے وقتی طور پر امتحان ضرور آگیا ہے، ہو سکتا ہے رب العالمین نے اپنے حبیب ﷺ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا ہو۔

یہی کچھ سوچ کر مولا علی شمشیر لے کر کفار کے جمگھٹے میں جا گھسے، مجاہد اسلام علی المرتضیٰ نے تلوار چلانا شروع کر دی، کفار کی صفیں پلٹ ڈالیں، جب کافر ہٹ گئے تو رحمت کائنات ﷺ کے چہرہ انور پر ان کی نگاہ مرکوز ہو گئی، ایسے میں فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے، خوشی کے مارے چہرہ تمتما اٹھا، اسی مسرت کے عالم میں آقائے نامدار، تاجدار مدینہ ﷺ کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے، کافروں کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے آئی، نبی کریم ﷺ نے مولا علی سے فرمایا کہ علی انہیں روک دو، مولا علی نے اس جماعت کا مقابلہ کیا، ان حملہ آور کافروں کے منہ پھیر دیے، بعضوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

بعد ازاں ایک اور جماعت آقائے نامدار ﷺ پر حملہ کی نیت سے آگے بڑھی تو نبی کریم ﷺ نے مولا علی سے فرمایا کہ علی انہیں روک دو، مولا علی المرتضیٰؓ شیر خدا نے یکے و تنہا ان کافروں کا مقابلہ کیا، یہی وہ موقع تھا کہ آسمان سے جبریل آئے اور مولا علی کی جوانمردی، شُجاعت، بہادری، بسالت اور دلیری کی تعریف کی۔

جبریل سے تعریف حیدری سن کر رحمت کائنات ﷺ نے اس موقع پر فرمایا تھا کہ یہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، یہ سن کر جبریل امین بھی پیچھے نہ رہ سکے اور کہنے لگے کہ میں تم دونوں میں سے ہوں۔

یکے و تنہا ایک شخص کا طاقتور جماعت کے دانت کھٹے کرنا اور اس سے پنجہ آزمائی کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، یہ بات ان کور چشموں کے علم و دانش میں لانا ضروری ہے جو بلا سوچے سمجھے یا کسی سازش شیطانیہ کے تحت اس مقدس جماعت کے خلاف ہرزہ سرائی اور یاوہ گوئی کرتے ہیں۔

اے صحابہ کرامؓ کی تاریخ سے ناواقفو! یہی میدان احد مجاہدوں کو داد شجاعت دے رہا تھا، معمولی لغزش پر جب تھوڑی آزمائش آئی تو وہ ایک دن کا دُولہا حضرت حنظلہؓ اپنی پر لطف زندگی کو چھوڑ کر میدان میں آپہنچا تھا، یہ وہی شخص تھا جو اپنے اَزدواجی معاملات طے کرتے ہی طہارت حاصل کر رہا تھا کہ کانوں کی دہلیز سے مسلمانوں کی آزمائش کی خبر پہنچی تو پانی سے بھری بالٹی چھوڑ کر شمشیر بدست میدان کارزار میں آگیا تھا، داد شجاعت سمیٹتے ہوئے جب خون کے فواروں میں لت پت ہو کر جام شہادت نوش کر گیا، جام شہادت نوش کرنے والے مجاہد کو شہادت کی صورت میں غسل کے بغیر دفنایا جاتا ہے، مگر ان پر غسل فرض تھا اس لیے ان کو اللہ کے فرشتوں نے غسل دیا تھا، نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا کہ انہیں فرشتوں نے غسل دیا ہے، آپ ﷺ کی زبان پاک سے یہ بات سن کر حضرت ابوسعید ساعدیؓ نے دیکھا تو واقعی حضرت حنظلہؓ کے سر سے پانی کی بُوندیں ٹپک رہی تھیں۔(قرۃ العیون، حکایات صحابہ)

کہنے والے ہرزہ سرائی سے باز نہیں آتے کہ یہ ڈر گئے تھے، یہ لوٹ مار میں مصروف ہوگئے تھے، ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار یہ جانیں لٹانے والے تھے مال لوٹنے والے نہیں تھے۔ یہ میرے نبی کے سچے جانثار اور وفادار لوگ تھے۔

اے کور چشمو! اے یہود و نصاریٰ کا لٹریچر پڑھنے والے بے وقوفو! اے احمقوں کی جنت میں بسنے چمگادڑو! اس شخص کی شُجاعت و بہادری کو دیکھو جس کے چار بہادر، شجاع، دلیر، نڈر بیٹے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر باش رہتے، آپ ﷺ کے چہرہ تاباں کا دیدار کرتے، اور آپ ﷺ کی اَبرُوئے چشم کو دیکھتے ہوئے میدان کارزار میں بھی جوہر شُجاعت دکھاتے تھے، ان بہادر بیٹوں کے باپ عمرو بن جموحؓ لنگڑے تھے، شوقِ شہادت نے نبی کریم ﷺ کے قدمین

مبارک میں پہنچا دیا، لوگوں نے کہا کہ عمرو! آپ لنگڑے ہیں، آپ معذور ہیں، چلنا پھرنا دشوار ہے، آپ میدان جہاد میں نہ جائیں، یہ سن کرانہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے بھی اس معذوری کی وجہ سے فرمایا کہ چلو، کوئی بات نہیں، عرض کرنے لگے یارسول اللہ! میرے مجاہد بیٹے جنت میں جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟

اھلیہ نے طعنہ دیا کہ عمرو! میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ میدان کارزار سے واپس بھاگ رہے ہیں، یہ سن کر شوقِ شہادت نے مزید انگڑائی لی اور مسلح ہو کر رُوبقبلہ دُعا کی کہ پروردگار! مجھے میرے گھر کی طرف واپس نہ لوٹایئے۔

ان کی خواہش تھی کہ لنگڑے پاؤں سے جنت میں چلوں، شدید اصرار پر نبی کریم ﷺ نے میدان کارزار میں اترنے کی اجازت دے دی، جب میدان کارزار میں پہنچے تو ابو طلحہ جیسے عینی شاہدین کہتے ہیں کہ عمرو بن جموحؓ اکڑتے ہوئے چل رہے تھے، اور زبان سے کہتے جاتے تھے کہ قسم بخدا! میں جنت کا مشتاق ہوں، ان کے پیچھے پیچھے ان کا لختِ جگر بیٹا بھی بھاگتا ہوا جا رہا تھا، دونوں باپ بیٹا بڑی پامردی اور جرأت سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔

جس اھلیہ نے جذبہ شہادت کو انگیخت کیا تھا اسے پتا چلا کہ میرے شوہر اور بیٹا دونوں جامِ شہادت نوش کر گئے ہیں تو اُحد کے میدان میں لاشیں وصول کرنے پہنچیں، وہ دونوں لاشوں کو اونٹ کی پشت پر لاد کر مدینہ میں لا کر سپرد خاک کرنا چاہتی تھیں، مگر اونٹ مدینہ کی بجائے اُحد ہی کی طرف منہ کرتا تھا، اھلیہ نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے، کیا عمرو گھر سے رِخت سفر باندھتے وقت کچھ کہہ کر گئے تھے، اھلیہ نے کہا کہ یارسول اللہ! جب

عمرو گھر سے نکلے تو قبلہ کی طرف منہ کرتے ہوئے یہ دعا مانگ رہے تھے کہ اے میرے اللہ! مجھے میرے گھر کی طرف نہ لوٹایئے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اُونٹ واپسی کی راہ نہیں لیتا۔(قرۃالعیون)

صحابہ کرامؓ کے خلاف بدزبانی کرنے والو! بدکلامی کرنے والو! ہرزہ سرائی کرنے والو! کورچشمو! شپرہ چشمو! نازوں میں پلے بڑھے جوان مصعب بن عمیرؓ کو تو دیکھو، جس کے ہاتھ میں میرے آقا، سپہ سالار بدر و حنین نبی کریم ﷺ نے مہاجرین کا جھنڈا تھمایا تھا، افراتفری کے عالم میں مصعب چٹان کی طرح اپنی جگہ جما رہا، ایک کافر بدبخت نے قریب سے گزرتے ہوئے تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ مُصعبؓ کا بازو کٹ گیا، مگر مُصعب نے اسلامی جھنڈا نہیں گرنے دیا، انہوں نے فوراً! جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لے لیا، اس بدبخت نے مُصعب کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا، انہوں نے کٹے ہوئے بازوؤں کو جوڑ کر اسلامی جھنڈے کو اپنے سینے سے چمٹا لیا مگر جھنڈا گرنے نہیں دیا، پھر اس بدبخت نے مُصعب پر ایسا وار کیا کہ وہ جامِ شہادت نوش کر گئے، جب تک مُصعب کی جان میں جان تھی تب تک اسلامی پرچم سرنگوں نہیں ہونے دیا۔

جب مُصعب کی جان جانِ آفریں کے سپرد ہو گئی، روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو رحمتِ دوعالم ﷺ نے یہ جھنڈا مولا علی شیر خدا کو تھمادیا تھا، ابی بن خلف نے مُصعب بن عمیرؓ کو شہید کیا تھا۔

یہ عظیم مجاہد وہ غریب انسان تھا جس کے پاس وقتِ شہادت اتنا بھی لباس نہیں تھا کہ اس کا جسم ڈھانکا جاتا، ایک چادر تھی جس سے اگر سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے، پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا، رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ

اس کی چادر سر کی طرف کردو اور پاؤں کی طرف اِذخِر کے پتے ڈال دیے جائیں۔(اَلاِصَابہ فی معرفۃ الصحابہ)

جن لوگوں کی چھ چھ گز کی لمبی زبانیں صحابہ کرامؓ کی عظمتِ شان اور ان کے مرتبہ اور مقام کے خلاف بے سوچے سمجھے زَہر اگلتی ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ لوگ ڈرپوک، بُزدل اور جان بچانے والے نہیں تھے، بلکہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے یمین ویسار لڑتے ہوئے اللہ کے لیے جان دینے کو اپنے لیے سب سے بڑی سعادت خیال کرتے تھے۔

ذرا نظریں اٹھا کر جبل مزینہ سے اُتر کر مدینہ پہنچنے والے وھب بن قابوسؓ اور ان کے بھتیجے حارث بن عقبہؓ کی داستان شجاعت سنو اور پڑھو اور آنکھیں کھولو کہ ہم اپنے مونہوں سے کیا مُغلظات انڈیل رہے ہیں اور تاریخ کے جھروکوں سے کیا روشنی جھلکتی اور چھلکتی ہے۔

محمد بن سعدؒ کہتے ہیں کہ حضرت وھب بن قابوسؓ اپنے بھتیجے حارث بن عقبہؓ کے ہمراہ اپنی بکریاں لے کر مزینہ پہاڑی سے مدینہ کی طرف آئے، جہاں دیکھا کہ مدینہ تو خالی ہے، لوگوں سے دونوں نے پوچھا کہ لوگ کہاں چلے گئے؟ انہیں لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ مشرکوں سے لڑنے کے لیے نکلے ہیں، بکریاں یہاں چھوڑ دیں اور میدان اُحد کی سمت چل دیے، رِوایات کے مطابق ان دونوں چچا بھتیجا نے یہاں اسلام قبول کر لیا تھا، اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے اُحد میں جا کر ملے۔

مشرکین کی ایک ٹولی حملہ آور ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے پوچھا

«مَنْ لِهَذِهِ الْفِرْقَةِ؟»

اس ٹولی کو کون منتشر کرے گا؟ نبی کریم ﷺ کی زبان پاک سے یہ جملہ سن کر حضرت وھب بن قابوس نے عرض کی کہ میں مشرکین کی اس ٹولی کو منتشر کروں گا، چنانچہ انہوں نے اس کی طرف نیزہ پھینکا تو یہ پلٹ گئی، پھر یہ ٹولی دوبارہ پلٹی تو دوسری بار بھی ان کو پلٹ دیا، تیسری بار واپس پلٹی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو کون منتشر کرے گا؟ حضرت وھب بن قابوس مزنی نے فرمایا کہ میں ان کو منتشر کروں گا۔

چنانچہ حضرت وہب بن قابوس مزنی نے تلوار اپنے دست مبارک سے چلانا شروع کردی، یہاں تک کہ وہ لوگ بھاگ گئے اور حضرت وہب بن قابوس مزنی واپس لوٹ آئے، پھر ایک اور ٹولی نمودار ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لیے کون اٹھے گا؟ حضرت وہب مزنی نے فرمایا کہ میں اٹھوں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ

«قُمْ وَأَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ»

اٹھو تمہیں جنت کی خوشخبری ہو۔

چنانچہ حضرت وہب بن قابوس مزنی زبانِ نبوت سے جنت کی بشارت سن کر فرطِ مسرت سے یہ کہتے ہوئے اٹھے اور کافروں کے جمگھٹے میں گھس گئے، تلوار کے وار شروع کردیے یہاں تک کہ ان کو قتل کرتے کرتے اس جمگھٹے کے آخر سے نکل گئے، اس کے بعد کافروں نے انہیں بھی شہادت کے گھاٹ اُتار دیا، اور ان کے اعضاء کاٹ ڈالے۔

پھر ان کے بھتیجے حضرت حارث بن عقبہ مزنی اٹھے تو انہوں نے بھی کافروں کے کشتوں کے پشتے اکھاڑ دیے، بالآخر حارث بن عقبہ بھی جان جان آفریں کے سپرد کرگئے۔

رحمت دوجہاں ﷺ ان دونوں کے جنازوں پر کھڑے ہوئے اور زبان پاک سے فرمایا

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ فَإِنِّي عَنْكَ رَاضٍ

اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور میں تم سے راضی ہوں۔

پھر نبی کریم ﷺ ان کی پائنتی والی جانب کھڑے ہوئے، یہ زخموں سے چور چور تھے، باوجودیکہ نبی کریم ﷺ میدان اُحد میں خود بھی شدید زخمی ہوئے تھے مگر ان دونوں مزنی شہیدوں کو قبر میں اتارنے تک وہاں موجود رہے۔

حضرت سیدنا عمر اور حضرت سعد بن مالک دونوں کہا کرتے تھے کہ

مَا حَالٌ نَمُوتُ عَلَيْهَا أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ أَنْ نَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى حَالِ الْمُزَنِيِّ

میرا جی چاہتا ہے کہ اللہ کے حضور جب میری حاضری ہو تو وہب ابن قابوس مزنی جیسی حالت میں حاضری ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے تھے کہ وہب بن قابوس مزنی جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف بکواس کرنے والے، ہرزہ سرائی کرنے والے، ان کی شان اور مقام کو کم کرنے والے نالائق اور بدبخت وزیراعظم اب ان ارشادات کی روشنی میں بتاؤ، ان تاریخی حالات کی روشنی میں بتاؤ کہ صحابہ کرامؓ بزدل تھے یا جرأت مند تھے؟ ان کی بہادری کی مثالیں نبی کریم ﷺ کی مبارک آنکھیں دیکھ رہی ہیں، چشمِ فلک ان کی بہادری کا نظارہ کر رہی ہے، تم کون سی کتابیں پڑھتے ہو جن میں لکھا ہوا ہے کہ صحابہؓ بدر میں ڈر گئے تھے، صحابہ کرامؓ اُحد میں لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہوگئے تھے، مال غنیمت کا لوٹ کھسوٹ قادیان والے لعین مرزا قادیانی کے پیروکار کہتے ہیں اور کوئی نہیں کہتا۔

کائنات ارضی کے احمق ترین اور نالائق ترین انسان کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کون سازمانہ تھا؟ بدر میں صحابہ کرامؓ جب اترے تو وہ مدینہ میں آمد کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا، جہاں تعداد بہت ہی مختصر سی تھی، نہتے لوگ تھے، جو ذوق شہادت میں فقط ایمانی جذبات کے تحت آئے تھے، اس کے باوجود انہوں نے جو ہر شجاعت دکھائے اور اللہ کی کتاب میں بدر کی منظر کشی کی گئی ہے، جن کی مدد اور نصرت آسمانوں کی بلندیوں سے آئی تھی، فضائے بدر انہوں نے پیدا کی تو گردوں سے قطار اندر قطار فرشتے نصرت کو اترے تھے۔ رِوایات میں ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک عمامے باندھے ملائکۃ اللہ نصرت ویاوری کے لیے پہنچے تھے۔

جَہالت وضَلات، غَوایت و کمینگی کے مجسمہ وزیر اعظم! آپ کے بکواسات، آپ کی ہرزہ سرائیوں، آپ کی کوتاہ اعمالیوں اور بدقماشیوں سے کوئی شریف انسان محفوظ نہیں ہے، تم نے صحابہ کرامؓ کو بھی معاف نہیں کیا، اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کرامؓ کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو اسے کہو کہ اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے، میں بھی اپنے پیغمبر کی زبان پاک سے نکلنے والے اس جملے کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے تمہارے شر پر لعنت کے ڈونگرے برساتے ہوئے اور تمہاری خباثت کو عالم آشکار کرتے ہوئے اپنے کو سَعادت مندوں کی فہرست میں شامل سمجھ رہا ہوں، جس نے وقت کے فرعونِ اعظم کے خلاف کلمہ حق بلند کیا ہے۔

اللہ جل شانہ کی بارگاہ عالی سے امید ہے کہ وہ اب بھی صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کو اسی طرح جواب دے گا جس طرح کافروں کو دیا تھا، جب انہیں کہا گیا تھا کہ تم صحابہ کرامؓ کی طرح ایمان لاؤ تو کافروں نے صحابہ کرامؓ کو بے وقوف قرار دیا تھا، اللہ نے کافروں کو اس کے جواب میں بے وقوف قرار دیا تھا، پھر صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم نے

بہت اہمیت دی، ان کی منقبت بیان کی، انہیں نبی کریم ﷺ کے ساتھی قرار دیا، انہیں کافروں پر سخت قرار دیا، ان کے نشانہائے سجدہ کی تعریف کی، انہیں رضائے مولا کے طلب گار قرار دیا، انہیں قرآن نے رضی اللہ عنہ کے تمغوں سے نوازا، انہیں جنتی قرار دیا، انہیں خیر امت قرار دیا، انہیں حزب اللہ قرار دیا، انہیں کامیاب ترین لوگ قرار دیا، انہیں ایمان بالغیب لانے والے متقیوں کی فہرست میں شامل کیا۔ کوئی سورت قرآنی ہی شاید ایسی ہوگی جس میں ان پاکباز، پاک دل، خدا مست لوگوں کا تذکرہ نہ ہو۔

خبردار! ان لوگوں کے بارے میں اپنی زبانیں سنبھال کر رکھو، تمہاری ناپاک زبانوں پر ان پاکباز ہستیوں کا اس طرح ذکر آئے ہی کیوں؟ معافی مانگو اور اللہ سے توبہ تائب ہو جاؤ، ورنہ اللہ انتقام لے گا، اللہ والے بھی انتقام لیں گے، تم اس گستاخی پر قہر و جلال خداوندی سے کسی صورت بچ نہیں سکتے، اقتدار کے ایوان اور وردیوں کے خوفناک سائے تمہاری حفاظت سدا نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرات صحابہ کرامؓ کی قرآنی عظمتوں کا دفاع کرنے کی توفیق عطا فرمائے رکھے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم ﷺ

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی عباسی

حال وارد حدوٹ، مری

۱۹ جون ۲۰۱۹ء، بروز بدھ، بوقت پونے تین بجے شب

قُرآن

اور

صَحَابَہ کَرَام رضوان اللہ علیہم اجمعین

اس مضمون میں وہ آیات پیش کی گئی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کی شان ومنقبت بیان فرمائی ہے، صحابہ کرامؓ کے خلوص اور بے لوثی کا ذکر کیا گیا ہے، مہاجرین اور انصار کے فضائل، مناقب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں پروانہ رضا عطا فرمانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ رضی اللہ عنہم

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى
الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ
فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي
التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ
شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ

قُرآن کَریم اَور صَحَابَہ کَرَام

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں حضرات صحابہ کرامؓ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے، قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیات میں ان پاکباز ہستیوں کی منقبت بیان کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَماءُ بَيْنَهُمْ، تَراهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْواناً، سِيماهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ، ذلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْراةِ، وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ، فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوى عَلى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ، وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے

ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو توراۃ میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں۔ تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کر لیا ہے۔ (الفتح ۲۹)

رحمت کائنات ﷺ کے سر پر اللہ نے تاج رسالت سجایا، آپ ﷺ کو آفتاب نبوت بنایا، آپ ﷺ کو سراج منیر فرمایا، اس عظیم الشان انسان کی معیت میں رہنے والوں کا تذکرہ فرمایا، کہ ان کے صحابہ کافروں پر سخت ہیں، وہ شیر دل لوگ ہیں، ڈر، خوف اور بزدلی نام کی کوئی چیز ان میں نہیں ہے، باہمی تعلقات انتہائی قابل رشک ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ محبت رکھتے ہیں، جس طرح ایک بیٹا اپنے والد سے محبت کے جذبات رکھتا ہے، ان کی عبادت گزاری، ان کی سجدہ ریزیوں اور ان کا اللہ کے سامنے جھکنے کا انداز اس قدر قابل رشک ہے کہ دیکھنے والے ان کو انہی حالتوں میں مشغول پائیں گے، یہ صفات اور یہ مناقب ان لوگوں کی دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہیں، ان کا مقصد زندگی رضائے مولیٰ کی تلاش ہے، وہ اللہ کی رضا کے طلب گار ہیں، وہ رب تعالیٰ کے فضل و کرم کے متلاشی ہیں، وہ بیش بہا نعمتوں والی جنت کے طلب گار ہیں۔

مخلصین اور غیر مخلصین کا فرق یہاں واضح ہو جاتا ہے، مخلصین اپنی کارکردگی، اپنے عمل، اپنی تگ و تاز کا صلہ اپنے رب سے چاہتے ہیں، جب کہ غیر مخلصین کو اللہ سے اجر مطلوب نہیں ہوتا، وہ نکمی چیزوں کی خاطر سب کچھ دنیا ہی میں تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں، اعمال غارت کر لیتے ہیں۔

اگرچہ اس معیت نبوی میں تمام صحابہ کرامؓ آجاتے ہیں، مگر کچھ اہل نظر و فکر نے معہ سے مراد سیدنا ابو بکر صدیقؓ لیے ہیں، اشدآعلی الکفار کی صفت تمام صحابہ کرامؓ میں پائی جاتی تھی مگر بعض نے اس سے مراد حضرت عمر فاروقؓ لیے ہیں، رحمآء بینھم کی صفت سب صحابہ کرامؓ میں پائی جاتی ہے مگر بعض نے اس سے مراد حضرت عثمان غنیؓ لیے ہیں، رکوع اور سجدہ ریزیاں سبھی صحابہ کرامؓ کرتے تھے مگر بعض نے اس سے حضرت علی المرتضیٰؓ مراد لیے ہیں۔

اکثر و بیشتر سجدہ ریزیاں کرنے والوں کی پیشانیوں میں نشانہائے سجدہ ہوتے ہیں، یہی نشانی صحابہ کرامؓ کے ماتھوں پر بھی چمکا کرتی تھی، سجدے کا یہ نشان انہی لوگوں کے ماتھوں پر نمایاں دکھائی دیتا ہے جو لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں اور ان سجدوں میں وہ اپنی ذلت اور عاجزی اپنے رب کے سامنے کرتے ہیں۔

سیماھم سے بعض حضرات یہ مراد لیتے ہیں کہ یہ نشانی قیامت کے دن دیکھی جائے گی، بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ نشانی وہ نور اور سفیدی ہو گی جس کے باعث قیامت کے دن یہ لوگ پہچانے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اللہ ہی کے لیے سجدے کیے تھے، کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے چہروں کے مقامات چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔

بعض اہل نظر یہ کہتے ہیں کہ یہ نشانی دنیا میں ظاہر ہوتی ہے، اس لیے ان کے چہرے دن کو چمک رہے ہوتے ہیں کیونکہ رات کو یہ لوگ بہت ہی کثرت سے نمازیں پڑھتے ہیں۔ بعض یہ فرماتے ہیں کہ یہ نشانی حسن و جمال، خشوع اور تواضع کا اظہار کرتی ہے۔

ابن عباسؓ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم دیکھتے ہو یہ وہ چیز نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کی نشانی ہے، یہ اسلام کی خصلت اور طبیعت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ

سجدے اسے خاشع (اللہ سے ڈرنے والا) اور خوبصورت بنا دیتے ہیں جس کی بدولت یہ پہچانے جائیں گے، بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے چہروں کی صفائی ہے جو راتوں کو جاگتے رہتے ہیں۔

دو قسم کے لوگ چہروں سے پہچانے جاتے ہیں، ایک وہ لوگ جو راتوں کو نماز اور عبادت کے لیے جاگتے ہیں، دوسرے وہ لوگ جو رات کو لہو و لعب کے لیے جاگتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے تو دونوں میں نمایاں فرق دکھائی دیتا ہے۔

نمازی، عبادت گزار اور تہجد گزار کے چہرے پر نور اور روشنی چمک رہی ہوتی ہے جب کہ غلط کاریوں اور لہو و لعب میں رات گزاری کرنے والے شخص کے چہرے پر نحوست اور تاریکی نمایاں دکھائی دیتی ہے۔

بعض باریک بینوں نے یہاں تک کہا ہے کہ یہ نشانات ان کے چہروں پر دکھائی دیتے ہیں جو کپڑے کی بجائے مٹی پر سجدے کرتے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اس نشانی میں ہر وہ شخص داخل ہے جو پنجگانہ نمازوں کی حفاظت کرتا ہے، پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے۔

ان میں سے کسی بھی صفت کا تجزیہ کیا جائے، ایک ایک وصف کو پرکھا اور تحقیق و تفتیش کی مشینوں سے گزارا جائے تو صحابہ کرامؓ کے اندر یہ ساری صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، ان کی مثالیں ان کی آمد سے پہلے تورات میں موجود تھیں، ان کی یہ امتیازی شانیں انجیل میں موجود تھیں، پہلی کتابوں میں ان کے تذکرے موجود تھے۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ یہاں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی جو علامت اوپر بیان فرمائی ہے کہ سجدوں اور نمازوں کا نور ان کی پیشانیوں کی علامت ہے اس

آیت میں فرمایا کہ ان کی یہی مثال تورات میں بیان کی گئی ہے پھر فرمایا کہ انجیل میں ان کی ایک اور مثال یہ دی گئی ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی کاشتکار زمین میں بیج اگائے تو اول وہ ایک ضعیف سی سوئی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے پھر اس میں شاخیں نکلتی ہیں پھر وہ اور قوی ہوتا ہے پھر اس کا مضبوط تنہ بن جاتا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے اصحابؓ شروع میں بہت کم تھے۔ ایک وقت ایسا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے سوا صرف تین مسلمان تھے مردوں میں صدیق اکبرؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، بچوں میں حضرت علیؓ پھر رفتہ رفتہ ان کی قوت بڑھتی رہی یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب بتلائی گئی ہے۔

اس آیت میں تین احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ فی التوراۃ پر وقف کیا جائے اور پچھلی مثال یعنی چہروں کا نور، یہ علامت تورات کے حوالہ سے بیان ہوئی آگے مثلھم فی الانجیل پر وقف نہ کریں بلکہ ملا کر پڑھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ صحابہؓ کی مثال انجیل میں اس کھیتی یا درخت کی ہے جو شروع میں نہایت کمزور ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ قوی تناور ہو جاتا ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ فی التوراۃ پر وقف نہ ہو بلکہ فی الانجیل پر وقف کیا جائے تو معنٰی یہ ہوں گے کہ سابقہ نشانی چہروں کے نور کی تورات میں بھی ہے انجیل میں بھی اور آگے کزرع کی مثال کو ایک الگ مثال قرار دیا جائے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ فی التوراۃ پر کلام ختم ہو نہ فی الانجیل پر اور لفظ ذلک اگلی مثال کی طرف اشارہ ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ تورات وانجیل دونوں میں صحابہ کی مثال زرع یعنی کھیتی کی دی گئی ہے۔ اگر اس زمانہ میں تورات وانجیل اپنی اصلی حالت

میں ہوتیں تو ان کو دیکھ کر مراد قرآنی متعین ہو جاتی لیکن ان میں تحریفات کا سلسلہ بے حد و بیشمار رہا ہے اس لئے کوئی یقینی فیصلہ نہیں ہو سکتا، مگر اکثر حضرات مفسرین نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے جس میں پہلی مثال تورات میں اور دوسری انجیل میں ہونا معلوم ہے۔

امام بغویؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کی یہ مثال انجیل میں ہے کہ شروع میں قلیل ہوں گے پھر بڑھیں گے اور قوی ہوں گے جیسا کہ حضرت قتادہؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کی یہ مثال انجیل میں لکھی ہوئی ہے کہ " ایک قوم ایسی نکلے گی جو کھیتی کی طرح بڑھے گی اور وہ نیک کاموں کا حکم اور برے کاموں سے منع کیا کرے گی (مظہری)

موجودہ زمانہ کی تورات و انجیل میں بھی بے شمار تحریفات کے باوجود اس کی پیشین گوئی کے حسب ذیل الفاظ موجود ہیں، تورات باب استثناء ۲۳ا۔ ۱تا۳ کے یہ الفاظ ہیں۔

خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی وہ اپنے لوگوں سے بڑی محبت رکھتا ہے اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں تیری بات مانیں گے (معارف القرآن)

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں، فتح مکہ کے وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد دس ہزار تھی جو فاران سے طلوع ہونے والے اس نورانی پیکر کے ساتھ شہر خلیل میں داخل ہوئے تھے۔ اس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہو گی کے لفظ سے اَشِدَّاءُ عَلَي الْكُفَّارِ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وہ اپنے لوگوں سے محبت کرے گا کے لفظ سے

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا مضمون سمجھا جاتا ہے اس کی پوری تفصیل مع دوسرے حوالوں کے اظہار الحق جلد سوم باب ششم ص۲۵۶ میں ہے یہ کتاب عیسائیت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے پادری فنڈر کے مقابلہ پر تحریر فرمائی تھی اس کتاب میں انجیل کی تمثیل کا اس طرح ذکر ہے۔

انجیل متی باب ۱۳ آیت ۳۱ میں یہ الفاظ ہیں۔ اس نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا، وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں۔

اور انجیل مرقس ۲۶:۴ کے یہ الفاظ ہیں جو الفاظ قرآنی کے زیادہ قریب ہیں، اس نے کہا کہ خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے اور رات کو سوئے دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح آگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی پھر بالیں پھر بالوں میں تیار دانے پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا (اظہار الحق جلد ۳) باب ششم ص۳۱۰ آسمان کی بادشاہی سے مراد نبی آخر الزماں کا ہونا انجیل کے متعدد مقامات سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ، یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو ان صفات کمال کے ساتھ مزین فرمایا اور ان کو ضعف کے بعد قوت، قلت کے بعد کثرت بخشی، یہ سب کام اس لئے ہوا تاکہ ان کو دیکھ کر کافروں کو غیظ ہو اور وہ حسد کی آگ میں جلیں۔

حضرت ابو عروہ زبیریؒ فرماتے ہیں کہ

ہم حضرت امام مالکؒ کی مجلس میں حاضر تھے ایک شخص نے بعض صحابہ کرامؓ کی تنقیص کے کچھ کلمات کہے تو امام مالکؒ یہ آیت پوری تلاوت کر کے جب لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ پر پہنچے تو فرمایا کہ جس شخص کے دل میں صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے ساتھ غیظ ہو تو اس آیت کی وعید اس کو ملے گی (قرطبیؒ)

حضرت امام مالکؒ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ کافر ہو جاوے گا مگر یہ فرمایا کہ یہ وعید اس کو بھی پہنچے گی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کافروں جیسا کام کرنے والا ہو جائے گا۔(معارف القرآن)

مہاجرینؓ اور انصارؓ

اللہ تعالیٰ نے مہاجرؓ اور انصار صحابہ کرامؓ کی شان و منقبت قرآن کریم میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

لِلْفُقَراءِ الْمُهاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيارِهِمْ وَأَمْوالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْواناً، وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ. وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هاجَرَ إِلَيْهِمْ، وَلا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حاجَةً مِمَّا أُوتُوا، وَيُؤْثِرُونَ عَلى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كانَ بِهِمْ خَصاصَةٌ، وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿الحشر۸،۹﴾

(نیز یہ مال فیئ)ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو راست باز ہیں۔(اور یہ مال فیئ)ان لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں)

ایمان کے ساتھ مقیم ہیں۔ جو کوئی ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے یہ اس سے محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے، یہ اپنے سینوں میں اس کی کوئی خواہش بھی محسوس نہیں کرتے، اور ان کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔ اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

مہاجر وہ صحابہؓ جنہیں کافروں نے مکہ مکرمہ سے نکلنے پر مجبور کیا، اور وہ اپنے گھروں اور جائیدادوں سے محروم ہو گئے۔

ان آیات میں انصار کا ذکر ہے اور انصار وہ صحابہ کرامؓ کہلاتے ہیں جو مدینہ منورہ کے اصل باشندے تھے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو مدینہ میں لانے میں واضح کردار ادا کیا اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آنے والے مہاجرین کی مدد و نصرت کی۔

ان آیات میں صحابہ کرامؓ کی ایثار اور قربانی کا تذکرہ ہے، جو ان کی نمایاں صفات میں سے ہے مگر روایات کے مطابق ایک صحابی (حضرت ابو طلحہؓ کا خاص طور پر ذکر آیا ہے جن کے گھر میں کھانا بہت تھوڑا سا تھا، پھر بھی جب آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ کچھ مہمانوں کو اپنے گھر لے جائیں، اور انہیں کھانا کھلائیں تو یہ کچھ مہمان اپنے ساتھ لے گئے، اور ان کی تواضع اس طرح کی کہ خود کچھ نہیں کھایا، اور چراغ بجھا کر مہمانوں کو بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ کچھ نہیں کھا رہے۔ اس آیت میں ان کے ایثار کی بھی تعریف فرمائی گئی ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں، طعن و تشنیع کے نشتر چلانے والوں کو ان آیات پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے، جن میں اللہ تعالیٰ صحابہ

کرامؓ کے اوصاف کریمانہ کا ذکر فرمارہے ہیں ان کے اسلام میں داخل ہونے اور پھر ہجرت کر کے مال و وطن کو چھوڑنے کی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی، بلکہ صرف اللہ کا فضل و رضا مطلوب تھی، جس سے ان کا کمال اخلاص معلوم ہوا۔

لفظ فضل عام طور پر دنیوی نعمت کے لئے اور رضوان اخروی نعمت کے لئے بولا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے تمام پچھلے اسباب عیش، مکان، جائیداد وغیرہ کو تو چھوڑ دیا، اب دنیاوی ضروریات بھی اور آخرت کی نعمتیں بھی صرف اسلام کے سایہ میں مطلوب تھیں اور دنیا کی ضروریات زندگی بھی اللہ و رسول کی رضا کے تحت حاصل کرنا مقصود تھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرات مہاجرین کا ایک وصف یہ بیان فرمایا کہ یہ سب کام انہوں نے اس لئے اختیار کئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کریں، اللہ کی مدد سے مراد اس کے دین کی مدد ہے، جس میں انہوں نے حیرت انگیز قربانیاں پیش کیں۔

یہاں پر قرآن کریم نے حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں ایک فیصلہ کن اعلان فرمایا کہ یہ لوگ قول و عمل کے سچے ہیں، کلمہ اسلام پڑھ کر جو عہد اللہ و رسول ﷺ سے باندھا تھا اس میں بالکل پورے اترے، اس آیت نے تمام صحابہ مہاجرین کے صادق ہونے کا عام اعلان کر دیا، جو شخص ان میں سے کسی کو جھوٹا قرار دے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اس آیت کا منکر ہے۔

معاذاللہ، روافض جو اِن حضرات کو منافق کہتے ہیں یہ اس آیت کی کھلی تکذیب ہے، ان حضرات مہاجرین کا اللہ کے رسول ﷺ کے نزدیک یہ مقام تھا کہ اپنی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے ان فقراء مہاجرین کا وسیلہ دے کر دعا فرماتے تھے، کما رواہ (البغوی، مظہری)

ان مہاجرین کا مرتبہ اور مقام کوئی تاجدار مدینہ ﷺ سے پوچھے کہ آپ ﷺ کے ہاں یہ کیا مقام رکھتے تھے، تفسیر بغوی میں روایت ہے

أَنَّهُ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ«تفسیربغوی»

نبی کریم ﷺ مہاجر فقراء کے وسیلہ سے دعا مانگا کرتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

أَبْشِرُوا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيكِ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ، وَذَلِكَ مِقْدَارُ خَمْسِمِائَةِ سنة

اے فقراء مہاجرین کی جماعت! تمہیں قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری ہو تم لوگ امیروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوگے اور یہ آدھا دن پانچ سو سال کی مسافت ہے۔(تفسیر بغوی)

مہاجرین ومجاہدین سچے مومن مغفور

اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں ہجرت اور جہاد کرنے والے صحابہ کرامؓ کی شان ومنقبت یوں بیان فرماتے ہیں، ارشاد ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا، لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ «الانفال ۷۴»

اور جو لوگ ایمان لے آئے، اور انہوں نے ہجرت کی، اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہ اور جنہوں نے انہیں آباد کیا اور ان کی مدد کی وہ سب صحیح معنوں میں مومن ہیں۔ ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں۔

وہی سچے مومن ہیں، بلکہ وہی مومن ہیں، کے الفاظ پر غور کریں۔ گویا ایمان کی حقیقی صورت یہی ہے۔ اور اسی صورت میں اور اسی شکل میں حقیقی دین نشوونما پاتا

ہے۔ دین اسلام کی حقیقت محض اعلانِ نظریہ سے وجود میں نہیں آتی۔ نہ مجرد عقیدے کو قبول کر لینے سے دین کی حقیقت وجود میں آجاتی ہے، نہ صرف دین کے شعائر اور مراسم عبودیت کے بجالانے ہی سے دین وجود میں آجاتا ہے۔ یہ دین ایک ایسا نظام حیات ہے اور وہ عملاً تب ہی وجود میں آتا ہے کہ جب وہ اجتماعی تحریکی معاشرے کی شکل میں وجود میں آئے۔ صرف عقیدے کی صورت میں اقرار سے حکماً تو دین وجود میں آجاتا ہے لیکن حقیقتاً وجود میں نہیں آتا۔ حقیقتاً تب وجود میں آتا ہے جب وہ ایک عملی تحریکی معاشرے اور اجتماعیت کی شکل اختیار کرے۔

ایسے ہی لوگ سچے، پکے، کھرے اور سُچے مومن ہیں اور ان کے لیے مغفرت اور ان کے رب کے پاس عزت والا رزق ہے۔ یہاں رزق کریم کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یہاں جہاد فی سبیل اللہ، انفاق فی سبیل اللہ، پناہ گاہ کی فراہمی اور امداد کی فراہمی اور دوسری مشکلات کا موضوع چل رہا ہے اور ان سب کاموں کے اوپر اجر وصلہ اللہ کی مغفرت ہے جو عظیم انعام اور مہمان نوازی ہے۔ (فی ظلال القرآن)

بیعت رضوان
رَضائے رَحمان

انسان غور کرے کہ رب العالمین نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس وقت رضامندی کا اعلان فرمایا جب وہ ببول کے درخت تلے حدیبیہ کے مقام پر نبی کریم ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کر رہے تھے، ارشاد فرمایا

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ ما فِي قُلُوبِهِمْ، فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ، وَأَثابَهُمْ فَتْحاً قَرِيباً ﴿الفتح ١٨﴾

یقیناً اللہ ان مومنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر سکینت اتار دی، اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرما دی۔

اس آیت کریمہ میں بیعت رضوان کا ذکر ہے حضرات صحابہ کرامؓ سے حدیبیہ کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے اس بات پر بیعت لی تھی کہ جنگ ہونے کی صورت میں ہم ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے، جم کر لڑیں گے اللہ جل شانہٗ نے اعلان فرمادیا کہ جن ایمان والوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

یہ کس قدر سعادت کی بات ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا تمغہ مل گیا، رہتی دنیا تک کے لیے قرآن پڑھنے والے تمام اشخاص و افراد کے سامنے بار بار اعلان سامنے آتا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ ان تمام بیعت کرنے والوں سے راضی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انشاءاللہ دوزخ میں ان لوگوں میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو گا جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی۔

اس بیعت میں چودہ سو صحابہ کرامؓ نے عہد کیا جن میں خلفاء راشدینؓ بھی شریک تھے چونکہ حضرت عثمانؓ جو خلیفہ راشد ہیں وہ مکہ میں تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے، اس طرح اس بیعت رضوان میں چاروں خلفاء راشدین شریک تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تمام صحابہ کرامؓ کو جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان کے متعلق فرمایا ہے کہ

"اللہ ان سے راضی ہو گیا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی"

فرمایا کہ اللہ کو صحابہ کرامؓ کے جذبے اور خلوص کا اچھی طرح علم تھا اس لئے اللہ نے ان پر "سکینہ" نازل فرمایا یعنی اس بے سکونی، مایوسی اور گھبراہٹ کے وقت ہر طرح کے اضطراب اور پریشانی کے مقابلے کے لئے ان کے دلوں میں اطمینان و سکون پیدا فرمادیا اور اس واقعہ کو بہت قریبی فتح کی بنیاد بنادیا۔

اس میں فتح مکہ اور فتح خیبر کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ اب تم بہت جلد (فتح خیبر کے ذریعہ) بہت سامال غنیمت بھی حاصل کرو گے اور بہت جلد مکہ فتح ہو کر ہر طرف دین اسلام کا فروغ ہو گا جس سے ہزاروں فائدے اور مال غنیمت ہاتھ آئے گا۔

اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک بڑا نازک وقت تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے سب لوگ حدیبیہ میں موجود تھے مدینہ منورہ خالی تھا یہود اور مشرکین کے قبیلے ان پر چڑھائی کر سکتے تھے۔

ادھر جو صحابہ کرامؓ عرب کے رواج کے مطابق صرف ایک ایک تلوار ہاتھ میں لے کر عمرہ کی نیت سے آئے تھے اور کفار کے بنائے گئے گڑھ کے قریب تھے وہ کفار ان پر حملہ کر کے ان کو شدید نقصان پہنچا سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کفار کو اس طرف سوچنے کا موقع ہی نہ دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا یہ بھی اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی نعمت تھی۔

کیونکہ اللہ کی یہ مشیت تھی کہ وہ اہل ایمان کے خلوص اور ہمت و طاقت کو ایک نشانی بنادے اور ان کو ہدایت کے جو بھی مقام اور مرتبے حاصل تھے ان میں اور اضافہ و ترقی فرمادے۔

اللہ نے ساتھ ہی ساتھ اس بات کی خوش خبری بھی عطا فرمادی کہ اس صبر و تحمل اور سکینہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں ان علاقوں پر بھی فتح و نصرت عطا فرمائے

گا جو ابھی تک مسلمانوں کے ہاتھ میں تو نہیں آئے لیکن اللہ نے ان کو گھیر لیا ہے اور بہت جلد وہ اہل ایمان کو عطا کر دیئے جائیں گے کیونکہ اس کائنات میں ساری طاقت وقدرت صرف اللہ کے لئے ہے۔(تفسیر بصیرت قرآن)

تقویٰ، صداقت صحابہ کی پہچان

جھوٹ موٹ بول کر مفادات سمیٹنے والے منافقین کے طرز عمل کی مذمت کرتے ہوئے ان کے جھوٹ کو بے نقاب کیا گیا، جب کہ صحابہ کرامؓ کے مخلصانہ اور واضح موَقف کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی گئی، انہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کا مشورہ دیا گیا، انہیں ہمیشہ سچوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا، قرآن کریم میں ارشاد ہے

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿التوبہ ۱۱۸﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کے ساتھ رہو جن کی نیتیں خالص ہیں، دل بے لوث ہیں اور اعمال میں اخلاص ہے۔ اخلاص اور سچے ارادہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تبوک کو نکلے ہیں۔ منافقوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہیں دیا۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے الصادقین کی تفسیر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کی، یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہو۔ ضحاکؒ نے کہا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اور ان حضرات کے ساتھیوں کے ساتھ رہنے کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول آیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہو۔

مہاجرین،انصار کیلیے جنت اور فوز عظیم

حضرات مہاجرینؓ اور حضرات انصارؓ اور ان کے سچے پیروکاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے پروانہ رضا جاری فرماتے ہوئے اعلان کیا

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ، وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خالِدِينَ فِيها أَبَداً، ذلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿التوبہ ۱۰۰﴾

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اس سے راضی ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ نے کفار، مشرکین اور منافقین کے ہاتھوں وہ اذیتیں برداشت کیں جن کے تصور سے بھی روح کانپ اٹھتی ہے۔ مکہ مکرمہ کی زمین ان پر تنگ کر دی گئی تو وہ مکہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ پہلے حبشہ اور مختلف مقامات کی طرف ہجرت فرمائی اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اللہ کے حکم سے مکہ مکرمہ چھوڑنا پڑا تو تمام صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ کی طرف سمٹنے اور جمع ہونا شروع ہو گئے۔

مدینہ منورہ کے وہ خوش نصیب جن کو ایمان کی دولت نصیب ہو چکی تھی ان کو نبی مکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا میز بان اور انصار بننے کا شرف حاصل ہوا ان انصارؓ و مہاجرینؓ نے ایک دوسرے کے لئے وہ ایثار و قربانی پیش کی جس کی مثال تاریخ انسانی میں مشکل سے مل سکے گی۔

ان بے سر و سامان انصار و مہاجرین پر جنگیں مسلط کی گئیں تو انہوں نے اس زبردست امتحان میں بھی بے جگری کا عظیم مظاہرہ فرمایا۔ مکہ اور مدینہ میں انصار و مہاجرین نے جن مشکلات کو برداشت کیا اور کفار و مشرکین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا وہ درجہ اور مقام ان کو نہیں دیا جا سکتا جو ان کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے ان نیک اور مقدس ہستیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور جنگ و امن میں بھرپور کردار ادا کیا ان کا مقام ان سے بلند تر ہے جو ان کے بعد دین اسلام کی عظمت کو قبول کرنے والے تھے۔

اور اسی طرح یہ سلسلہ ایک کے بعد دوسرے تک تا قیامت جاری رہے گا۔ ان کے درجات کی بلندی ان کے جذبوں اور ایثار کے مطابق متعین ہوتی جائے گی۔ مگر ایک بات میں سب شریک ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا، ان کے ایمانی جذبوں کو قبول کر لیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یعنی تقدیر کے ہر فیصلے کو انہوں نے اللہ کی رضا و خوشنودی کے طور پر قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین کے لئے دنیا کی عزت اور جنت کی ابدی راحتوں کو مقدر فرما دیا ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (بصیرت)

ہم بات کو سمجھنے کے لئے ان مومنوں کو جنہوں نے ابتداء میں دین اسلام کو قبول کیا اور ان کے بعد آنے والوں نے ایمان کی روشنی کو حاصل کیا۔ دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

① سب سے پہلے ایمان والے ②ان کے بعد ان کی تقلید کرتے ہوئے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ان دونوں کے درجات میں واضح فرق موجود ہے۔

① السابقون الاولون من المهاجرين و الانصار انصار و مہاجرین میں سے دین اسلام کی سربلندی کے لئے سب سے پہلے آگے بڑھنے والے جاں نثار صحابہ کرامؓ ان کا سب سے بڑا مقام ہے۔

② والذین اتبعوهم باحسان :ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے دین اور اخلاق واعمال کی بلندی میں ان لوگوں کی تقلید کی ہے جو ان کے راستے پر چلے ہیں جو ان سے پہلے نبی کریم ﷺ اور آپ کے لائے ہوئے دین پر یمان لا چکے تھے۔

ان دونوں کو اور ان لوگوں کو جو ان کے راستے پر ان کی طرح چلنے والے ہیں یہ اللہ کی رضا و خوشنودی میں دونوں برابر ہیں۔(تفسیر بصیرت قرآن)

جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات دنیوی میں دین اسلام کو قبول کر لیا تھا۔یا وہ دوسرے لوگ جو ان صحابہ کرامؓ کے راستے پر چلتے ہوئے قیامت تک آتے رہیں گے ان کے مقام کو سمجھنے کے لئے مفسرینؒ کی رائے کو سامنے رکھا جائے تو اس آیت اور اس بات کو سمجھنے میں بہت سہولت ہو گی۔

① بعض مفسرینؒ نے السابقون الاولون سے مراد ان صحابہ کرامؓ کو لیا ہے جو غزوہ بدر سے پہلے ایمان لا چکے تھے۔

② بعض مفسرینؒ یہ فرماتے ہیں کہ ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جو صلح حدیبیہ تک ایمان لا چکے تھے۔

③ بعض مفسرینؒ کی رائے یہ ہے کہ ان سے مراد وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے دو قبلوں کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کی تھیں یعنی بیت

المقدس اور مسجد الحرام کی طرف منہ کر کے جنہوں نے تحویل قبلہ سے پہلے پہلے نمازوں کو ادا کیا تھا۔

④ بعض کے نزدیک " السابقون الاولون " وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے بیعت رضوان سے پہلے ایمان قبول کرلیا تھا اس طرح " والذین اتبعوھم باحسان " سے مراد کون لوگ ہیں اس میں بھی مفسرین سے مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں مگر وہ بات سب سے بہتر ہے کہ ان سے مراد اللہ و رسول ﷺ کی فرماں برداری کرنے والے صحابہ کرامؓ اور مومنین، تابعین، تبع تابعین اور قیامت تک آنے والے اہل ایمان ہیں۔ یہ خوش خبری ان سب کے لئے ہے۔(تفسیر بصیرت قرآن)

صحابہ کرام
معتدل امت

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اولین مخاطبین کو معتدل امت قرار دیا، جس کا سب سے پہلا مصداق حضرات صحابہ کرامؓ ہی تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَسَطاً ﴿البقرہ ۱۴۳﴾

اور (مسلمانو) اسی طرح تو ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے امت کے اولین طبقے یعنی صحابہ کرامؓ کو وَسَط قرار دیا ہے، وَسَط کا معنٰی معتدل، بہترین اور عدول ہے، اس آیت کا بہترین مصداق بلکہ حقیقی مصداق صحابہ کرامؓ ہی تھے، جو تمام امتوں میں بہترین تھے، تمام امتوں میں اپنے اقوال، اپنے اعمال، اپنے عزائم، اپنی نیتوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ عادل تھے۔

ان کی یہی شان امتیازی ہے کہ وہ اس بات کے مستحق قرار پائے کہ وہ بروز محشر حضرات انبیاء کرامؑ کی گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو اللہ کا دین سنایا اور سکھایا تھا اور پھر ان کا یہ مقام امتیاز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کے حق میں ان کی گواہی قبول بھی فرمائے گا، گویا کہ یہ لوگ خدائی گواہ ہوں گے، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ اور مقام بلند کیا ہے۔

صحابہ کرام بہترین امت

اللہ تعالیٰ اس امت کے اولین کو بہترین امت قرار دیا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴿ال عمران ١١٠﴾

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے نفع کے لیے نکالے گئے ہو، تم لوگ نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس خطاب میں صحابہ کرامؓ بدرجہ اولیٰ مخاطب ہیں، وہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور ایمانی کیفیات کے ساتھ لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے اور ہر برائی سے لوگوں کو روکتے تھے۔

☼☼

صَحَابَہ کَرَام
اِنتخاب خداوندی

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اولین طبقے صحابہ کرامؓ کو راہ حق میں کماحقہ جہاد کرنے کا حکم فرمایا، اللہ نے ان خوش نصیبوں کا انتخاب فرمایا، اس کا ذکر یوں کیا

وَجاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهادِهِ هُوَ اجْتَباكُمْ، وَما جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْراهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هذا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيداً عَلَيْكُمْ، وَتَكُونُوا شُهَداءَ عَلَى النَّاسِ «الحج ۷۸»

اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔ اس نے تمھیں (اپنے دین کے لیے) منتخب کر لیا ہے، اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ اپنے باپ ابراہیم کے دین کو مضبوطی سے تھام لو، اس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا، اور اس (قرآن) میں بھی، تاکہ یہ رسول تمہارے لیے گواہ بنیں، اور تم دوسرے لوگوں کے لیے گواہ بنو۔

اِجتباء اور اِصطفاء دونوں کا ایک معنٰی ہے، یہ باب افتعال کی مصدر ہے، اجتباء کا معنٰی ہے کسی چیز کو اپنی طرف ملانا یا اپنی طرف کھینچنا، اس معنٰی کی گہرائی میں جا کر دیکھا جائے کہ حضرات صحابہ کرامؓ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے چن لیا ہے، اپنی طرف جذب کر لیا ہے، ان کو اپنے اَھل قرار دیا ہے، اپنے خاص لوگ قرار دیا ہے، اپنی مخلوق میں انبیاء کرامؑ اور مرسلینؑ کے بعد یہی وہ محبوب اور پسندیدہ طبقہ ہے جسے اللہ نے چن لیا ہے۔

جب رب تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کا انتخاب فرمایا تو انہیں حکم دیا کہ وہ میری راہ میں کماحقہ جہاد کریں، اپنی جان لگا دیں، اپنی محبت اور مرکز نگاہ کا مستحق، بندگی اور عبادت

کے لائق اللہ ہی کو خیال کریں، وہ لوگ بھی دوسروں کے مقابلے میں اللہ ہی کو پسند کریں جس طرح اس نے دوسروں کے مقابلے میں انہیں پسند کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے انتخاب اور اِصطفاء کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ اپنے اللہ کو ہی اپنا الٰہ اور اپنا حقیقی معبود بنائیں اور مانیں، وہ اپنے معبود کو اپنی زبانوں، اپنے جوارح، اپنے دلوں، اپنی محبتوں اور اپنے ارادوں میں قریب کرلیں، وہ اس کی ذات کو ہر کسی پر ترجیح دیں، جس طرح اس نے انہیں اپنا بندہ، اپنا دوست اور اپنا محبوب بنایا ہے اور ان کو باقیوں پر ترجیح دی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو باور کرایا ہے کہ جو دین میں نے ان کے لیے پسند کیا ہے وہ انتہائی آسان ہے، اس میں کوئی تنگی اور تکلیف کی بات نہیں ہے، یہ ساری باتیں اس لیے ان سے کی گئیں کہ اسے ان کے ساتھ محبت ہے، وہ ان پر مہربان ہے، وہ ان پر رحیم ہے۔

پھر رب تعالیٰ کی صحابہ کرامؓ کے ساتھ محبت کا ہی یہ تقاضا تھا کہ انہیں حکم دیا وہ اپنے باپ حضرات ابراہیمؑ کی ملتِ حنیفی کے پیروکار رہیں، اسی کی اِتباع کرتے رہیں، اس دین حنیفی میں اکیلے اللہ کی بندگی اور عبادت کی جاتی تھی، اللہ ہی کی تعظیم کا خیال رکھا جاتا تھا، اللہ ہی سے محبت رکھی جاتی تھی، اللہ ہی سے ڈرا جاتا تھا، اللہ ہی سے امید رکھی جاتی تھی، اللہ ہی پر بھروسہ اور توکل کیا جاتا تھا، اللہ ہی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، سارے معاملات اللہ ہی کے سپرد کیے جاتے تھے، اس دین میں دل سے اللہ کے ساتھ تعلق رکھا جاتا تھا، تم بھی اسی طرح کرو۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے اِجتباء اور اِصطفاء کا مزید ذکر فرما کر ان کی عظمت شان، مرتبہ اور مقام کو مزید چار چاند لگا دیے، ارشاد فرمایا

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ﴿النحل ۵۹﴾

فرما دیجیے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اس کے چنے ہوئے بندوں پر سلام۔

مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

أَصحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ اِصطَفَاهُمُ اللّٰهُ لِنَبِيِّهِ عَلَيهِ السَّلَامُ

اَصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے چن لیا۔

یہ چیدہ اور چنیدہ آیاتِ عظیمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان حضرات صحابہ کرامؓ پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ان کی عدالت پر گواہی دے رہی ہیں، ان لوگوں نے جس جرأت اور جانفشانی سے صفاء پہاڑی کے دامن میں موجود حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ کے دولت خانہ سے دعوت اسلام کی ابتدا کی اس کی انتہاء مدائن کی فتح پر ہوئی تھی۔

جب صحابہ کرامؓ کے فضائل اللہ تعالیٰ بیان کرے، صحابہ کرامؓ کو اللہ امت وَسَط اور خیر امت قرار دے، اللہ انہیں اِجتباء اور اِصطفاء جیسے تمغوں سے نوازے، اللہ انہیں رضا کے پروانے دے، اللہ انہیں اپنے حبیب کے یمین ویسار کھڑا کر دے تو پھر یقیناً انگلی تو ان لوگوں کی طرف اٹھے گی جو ان پر طعن و تشنیع کے نشتر چلائیں گے، ان کے خلاف زبانیں کھولیں گے، ان کے خلاف بکواسات کریں گے، ان پر تبرہ بازی کریں گے، تبرہ بازوں پر پھر اسی انداز میں لعنت کے ڈونگرے برسائے جائیں گے جس قدر وہ ان پاکیزہ ہستیوں کو اپنے الزامات اور اتہامات کا ہدف و نشانہ بنائیں گے۔

دُشمنانِ صحابہؓ کا اولین مقصد قصر اسلام کو گرانا ہے، وہ براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تنقید کے نشتر چلائیں گے تو فوراً پکڑے جائیں گے اس لیے انہوں نے بڑی باریک بینی سے فیصلہ کیا کہ عمارت اسلام کو منہدم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنے مونہوں کی پھونکوں سے چراغ اسلام کو بجھائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی تدبیریں سب کے مکر و دجل کا صفایا کر دیتی ہیں وہ اپنے نور کو اتمام بخشتا ہے اگرچہ کافر ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

صحابہ کرام سب جنتی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام صحابہ کرام کو جنتی قرار دیا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٩٦﴾النساء

جن مسلمانوں کو کوئی معذوری لاحق نہ ہو اور وہ (جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں) بیٹھ رہیں وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں ان کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے۔ اور اللہ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دے کر بڑا ثواب بخشا ہے۔

اللہ کے راستہ میں لڑنے والے، جرأت ایمانی کے ساتھ جان لڑانے والے مجاہدین صحابہ کرامؓ کو اللہ نے بڑی شان، بڑا مرتبہ اور مقام عطا فرمایا ہے، بیٹھنے والوں پر انہیں ایک درجہ اونچا مقام عطا کیا ہے، پھر اللہ نے ان سب سے اچھائی کا وعدہ کیا ہے، حضرات مفسرین کرام یہاں فرماتے ہیں کہ الحسنیٰ سے مراد جنت ہے، گویا سب کے لیے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ ✪✪

صَحَابَہ کرَام

اَور

اِرشَادَاتِ رسَالَت مَآب ﷺ

ازقلم

شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی صاحب حفظہ اللہ
مہتمم جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور

صحابہ کرام
آسمان نبوت کے ستارے

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

رَفَعَ - يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسلم - رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَكَانَ كثيرًا مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ. فَقَالَ: «النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى السَّمَاءَ مَا تُوعَدُ وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي فَإِذَا ذَهَبْتُ أَنَا أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمتي مَا يُوعَدُون»

(ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف اپنا سر مبارک اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر (وحی کے انتظار میں) آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور پھر فرمایا: ستارے آسمان کے لئے امن وسلامتی کا باعث ہیں جس وقت یہ ستارے جاتے رہیں گے تو آسمان کے لئے وہ چیز آجائے گی جو موعود و مقدر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے صحابہ کرامؓ کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہوں، جب میں (اس دنیا سے) چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ میری امت کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہیں۔

جب میرے صحابہ (اس دنیا سے) رخصت ہو جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آپڑے گی جو موعود و مقدر ہے۔(مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف)

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کی انتظار میں سر آسمان کی طرف اٹھاتے تھے، نجوم نجم کی جمع ہے، نجم عربی میں ستارے کو کہا جاتا ہے اور پھر ستارے کا لفظ سورج اور چاند دونوں پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور نجوم یعنی ستاروں کے جاتے رہنے سے مراد سورج، چاند اور تمام ستاروں کا بے نور ہو جانا ٹوٹ پھوٹ کر گر پڑنا اور معدوم ہو جانا ہے۔

آسمان کے لئے جو چیز موعود و مقدر ہے سے مراد قیامت کے دن آسمانوں کا پھٹ جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر روئی کے گالوں کی طرح اڑنا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے موعود و مقدر چیز سے مراد فتنہ و فساد، اختلاف و نزاعات باہمی جنگ و جدال اور بعض دیہاتی قبائل کا مرتد ہو جانا، اسی طرح امت کے لئے موعود و مقدر چیز سے مراد بداعتقادی و بد عملی کے فتنوں کا امنڈ پڑنا، بدعات کا زور ہو جانا، مسلمانوں پر دینی و ملی سانحات و حادثات کا واقع ہونا، اہل خیر و برکت کا اس دنیا سے اٹھ جانا، اہل شر کا باقی رہنا اور ان (اہل شر) پر قیامت قائم ہونا، پس اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل خیر کا وجود شر کے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے، جب اہل خیر اٹھ جاتے ہیں تو شر کو در آنے کا موقع مل جاتا ہے۔

چاند سورج اور ستارے اپنی ضیاپاشیوں کے ساتھ موجود ہیں جب یہ ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان کے وجود کے خاتمہ کا وقت آ جائے گا اور جب آسمان کا وجود ختم ہو جائے گا تو پوری کائنات اپنے عدم کی تاریکی میں گم ہو جائے گی۔ پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان ستاروں کی مانند ہیں جن کے وجود سے کائنات کو روشنی ملتی ہے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں جس کی بھی اقتدا کرو گے راہ یاب ہو گے۔

صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں، صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر و حضر کے گواہ ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشست و برخاست، کردار اور گفتار کے گواہ ہیں، صحابہ کرامؓ سے ہمیں دین ملا، اس لیے صحابہ کرامؓ کو اپنا مقتدا اور پیشوا مان کر ہی ہم درست راستے پر گامزن رہ سکتے ہیں ورنہ بہت سے خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

صحابہ کرام کی برکت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيَقُولُونَ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ فَيَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ: هَلْ فِيكُمْ مَنْ صَاحَبَ مَنْ صَاحَبَ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ. فَيُفْتَحُ لَهُمْ «بخاری ومسلم»

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرنے نکلے گی اور پھر وہ لوگ (آپس میں) ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو رسول کریم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا؟ وہ لوگ جواب میں کہیں گے کہ ہاں (ہمارے درمیان صحابیِ رسول موجود ہیں) پس ان لوگوں کے لئے قلعہ وشہر کے دروازے کھل جائیں گے (یعنی صحابہ کی برکت و شوکت سے دشمنوں کے مقابلہ پر ان کو فتح حاصل ہوگی) پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے نکلے گی اور پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہؓ کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہے (جس کو تابعی کہتے ہیں) وہ جواب میں کہیں گے کہ ہاں (ہمارے درمیان تابعی موجود ہیں) پس (تابعی کی برکت سے) ان کے لئے قلعہ وشہر کے دروازے کھل جائیں گے پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے

گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے نکلے گی اور پھر وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کے صحبت یافتہ حضرات کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔(جس کو تبع تابعی کہتے ہیں) وہ جواب میں کہیں گے کہ ہاں (ہمارے درمیان تبع تابعی موجود ہیں) پس (تبع تابعی کی برکت سے) ان لوگوں کے لئے قلعہ وشہر کے دروازے کھل جائیں گے۔

تشریح۔اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس وقت لوگوں میں سے ایک لشکر (دشمنوں کے مقابلہ پر لڑنے کے لئے) بھیجا جائے گا اور پھر وہ اہل لشکر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ذرا دیکھو تمہارے درمیان رسول کریم ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں؟(تلاش کرنے کے بعد) پتہ چلے گا کہ (لشکر میں) ایک صحابی موجود ہیں پس(ان صحابی کی برکت سے)اس لشکر کو فتح حاصل ہو گی۔

اس کے بعد (اگلے زمانہ میں) ایک دوسرا لشکر (کسی دوسرے علاقہ میں دشمنوں کے مقابلہ پر) روانہ کیا جائے گا اور پھر وہ اہل لشکر کے آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ذرا دیکھو، تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص موجود ہے یا نہیں جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کو دیکھا ہو؟(تلاش کرنے پر) پتہ چلے گا کہ (لشکر میں)ایک ایسے شخص یعنی تابعی موجود ہیں۔پس (ان تابعی کی برکت سے) اس لشکر کو فتح حاصل ہو گی۔

پھر اس کے بعد (اگلے زمانہ میں)ایک تیسرا لشکر روانہ کیا جائے گا اور پھر وہ لشکر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ذرا دیکھو تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص

موجود ہے یا نہیں جس نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہو جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا ہو؟ (تلاش کرنے پر) پتہ چلے گا کہ (لشکر میں) ایسے شخص موجود ہیں پس (ان کی برکت سے) اس لشکر کو فتح حاصل ہو گی۔

پھر اس کے بعد (اگلے زمانہ میں) ایک چوتھا لشکر روانہ کیا جائے گا اور پھر وہ لشکر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ذرا دیکھو تمہارے درمیان کوئی ایسا لشکر موجود ہے یا نہیں جس نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہو جس نے رسول کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھنے والے کسی شخص کو دیکھا ہو؟ (تلاش کرنے پر) پتہ چلے گا کہ (لشکر میں) ایک ایسے شخص موجود ہیں: پس (ان کی برکت سے) اس لشکر کو فتح حاصل ہو گی۔

ان دونوں روایتوں میں آنحضرت ﷺ کے اس معجزہ کا ذکر تو ہے ہی کہ آپ ﷺ نے ایک ایسی حقیقت کی پیش بیانی فرمائی جو آپ ﷺ کے بعد تین یا چار قرنوں (زمانوں) میں وقوع پذیر ہونے والی تھی اس کے ساتھ ہی ان روایتوں میں آپ ﷺ کے صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے فضیلت اور ان کا باعث خیر و برکت ہونا بھی مذکور ہے۔

ان دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں تو تین فرقوں یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین کا ذکر ہے جب کہ مسلم کی دوسری روایتوں میں چار فرقوں یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تبع اتباع تابعین کا ذکر ہے۔

اور بخاری کی بھی ایک صحیح روایت میں جو حدیث خیر القرون سے متعلق ہے چار قرنوں کا ذکر ہے چونکہ اس درجہ کے اہل خیر چوتھے قرن میں نادر و کمیاب تھے اور

پہلے تین قرنوں میں اہل خیر و برکت اور اہل علم و دانش کی کثرت تھی، کوتاہ بینی، ناسمجھی اور فتنہ وفساد کی راہ مسدود تھی اس لئے اکثر روایتوں میں تین ہی قرنوں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔

زمانہ نبوی اور زمانہ صحابہ

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا

خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ إِنَّ بَعْدَهُمْ قَوْمًا يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَنْذُرُونَ وَلَا يفون وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ «بخاری ومسلم»

میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ (یعنی صحابہ ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں (یعنی تابعی) اور پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ اور پھر ان زمانوں کے بعد جن لوگوں کا زمانہ آئے گا وہ بغیر گواہی طلب کیے گواہی دیں گے، وہ خیانت کار ہوں گے اور امانت دار نہیں ہوں گے، ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نذر مانیں گے اور اپنی نذر کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا فربہی پیدا ہوگی۔

تشریح۔اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وَيَحْلِفُونَ وَلَا يَستَحلِفُونَ اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو (بلاضرورت وبلاوجہ) قسمیں کھائیں گے حالانکہ ان کو قسم نہیں دلائی جائے گی، (بخاری ومسلم)

اور مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے، یہ الفاظ ہیں کہ پھر ان لوگوں کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو موٹاپے کو یعنی فربہی کو پسند کریں گے۔

حدیث شریف میں قرن کا لفظ استعمال ہوا ہے، قرن، عہد و زمانہ کو کہتے ہیں، جس کی مقدار بعض حضرات نے چالیس سال، بعض نے اسی سال اور بعض نے سو سال بیان فرمائی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ قرن کا اطلاق ماہ وسال کے تعین کے اعتبار سے محدود عہد و زمانہ پر نہیں ہوتا بلکہ وہ عہد یا زمانہ قرن کہلاتا ہے جو تقریباً یکساں عمر رکھنے والے لوگوں پر مشتمل ہو گویا قرن جو لفظ اقتران سے ماخوذ ہے ایسی مقدار ہے جس میں اس زمانہ کے لوگ اپنی عمروں اور احوال کے اعتبار سے ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرن سے مراد صحابہ کا قرن ہے۔

اس قرن کی ابتدا زمانہ رسالت سے ہوتی ہے اور اس کا آخر وہ زمانہ ہے جب تک کہ ایک صحابی بھی دنیا میں باقی رہا یعنی ۱۲۰ ھ تک دوسرا قرن کہ تابعین کا قرن ہے ۱۰۰ ھ سے ۱۷۰ ھ تک کے زمانہ پر مشتمل ہے اور تیسرا قرن کہ جو اتباع تابعین کا قرن ہے۔ تابعین کے قرن کے بعد سے شروع ہو کر تقریبا ۲۲۰ ھ تک کے زمانہ پر مشتمل ہے اس قرن کے بعد اس مخصوص خیر و برکت کا سلسلہ ختم ہوگیا جو قرن اول (یعنی زمانہ رسالت اور قرن صحابہؓ) اور اس سے ملے ہوئے دونوں قرنوں کو زبانی فرق کی نسبت سے کم و بیش حاصل رہی پھر تو بدعتوں کا ظہور شروع ہو گیا۔

دین کے نام پر عجیب و غریب چیزیں پیدا ہونے لگیں، فلاسفہ اور نام نہاد عقلاء نے سر اٹھائے، معتزلہ کا جنم ہوا اور انہوں نے دین کو مسخ کرنے کا بیڑہ اٹھایا، قرآن کو مخلوق کہنے کا فتنہ اٹھا، جس نے اہل علم کو زبردست آزمائش و امتحان سے دوچار کیا لوگوں کی دینی زندگی کو گھن لگنے لگا، نت نئے افکار و خیالات جنم لینے لگے، اختلاف و نزاعات پھیلنے لگے، آخرت کا خوف کم ہوا اور دنیا کی طرف رجحان بڑھنے لگا کہ جس

کے بارے نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جو خود بخود گواہی دینگے اور کوئی ان کی گواہی نہ چاہے گا۔

اور ان میں موٹاپا یعنی فربہی پیدا ہوگی "لفظ "سمن" کے معنی موٹاپے، کے ہیں جو بہت کھانے پینے اور تنعم و ترفہ کے سبب پیدا ہوتا ہے پس یہاں وہ موٹاپا مراد نہیں ہے جو خلقی اور طبعی طور پر ہو۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہاں "فربہی" سے مراد احوال میں فربہی ہے یعنی فخر و شیخی کی راہ سے اپنے تئیں مالدار اور خوشحال ظاہر کریں گے اور عزت و شرف کی ان باتوں کا دعوی کریں گے جو سرے سے ان میں نہیں ہوں گی۔

اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ "فربہی" سے مراد مال و دولت جمع کرنا اور تن پروری میں مشغول رہنا ہے۔ تورپشتی نے لکھا ہے "ان میں فربہی پیدا ہوگی" کے الفاظ دراصل اس بات سے کنایہ ہیں کہ دینی معاملات اور احکام شریعت کی بجاآوری میں غفلت و کوتاہی کا شکار ہوں گے اور اوامر و نواہی کو ملحوظ رکھنے کا اہتمام نہیں کریں گے جو دین و شریعت کا اصل تقاضا ہیں۔

اِحترام صحابہؓ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا

أَكْرِمُوا أَصْحَابِي، فَإِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ، وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ، أَلَا مَنْ سَرَّهُ بُحْبُوحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ، وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمْ،

وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ« نسائی»

میرے صحابہ کا احترام کرو، کیونکہ وہ تمہارے چنے ہوئے اور بزرگ ترین لوگ ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں یعنی تابعین اور پھر وہ لوگ جو ان (تابعین) کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین اور اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہو جائے گا یہاں تک کہ ایک شخص قسم کھائے گا، درآنحالیکہ اس سے قسم کھانے کا مطالبہ نہ ہوگا اور گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی دینے کو نہ کہا جائے گا یاد رکھو جو شخص جنت کے بالکل درمیان (کہ جو جنت کی بہترین جگہ ہے) رہنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ جماعت کو لازم پکڑے کیونکہ شیطان اس شخص کا ساتھی بن جاتا ہے جو (خود رائے اور جماعت سے) علیحدہ و تنہا ہوتا ہے شیطان تو دو شخصوں سے بھی (جو اجتماعیت و اتحاد کے ساتھ ہوں) دور بھاگتا ہے اور ہاں کوئی مرد کسی اجنبی یعنی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہائی میں ہرگز نہ رہے، کیونکہ ان کا تیسرا ساتھی شیطان ہوتا ہے، (جو ان دونوں کو بہکانے سے ہرگز نہیں چوکے گا) نیز جس شخص کو اس کی نیکی خوشی و اطمینان بخشے اور اس کی بدی اس کو غمگیں و مضطرب کر دے وہ مؤمن ہے۔

تشریح۔اس حدیث میں بھی اسلام کے ابتدائی تینوں قرنوں کے لوگ یعنی جماعت صحابہ طبقہ تابعین اور طبقہ تبع تابعین کی فضیلت تمام امت پر ظاہر کی گئی ہے کہ یہ افراد امت کے وہ تین طبقے ہیں جو امت کے سب سے بہترین لوگ ہیں ملت کے سردار و مقتدا ہیں اور ان تینوں طبقوں کے لوگوں میں اور ان کے زمانوں میں غلبہ صدق و دیانت اور عفت و امانت کو حاصل تھا۔ یہاں تک کہ ان طبقوں کے جن لوگوں کے لوگوں کے احوال و کوائف غیر معلوم تھے، ان کو بھی "عادل" مانا گیا ہے، یہ اور بات ہے کہ ان میں سے کسی شاذ و نادر کے بارے میں ایسا نہ کہا جائے کیونکہ ان

طبقوں کے لوگ بھی بہر حال غیر "معصوم" انسان تھے۔ پھر ان تینوں طبقوں میں سے بھی طبقہ اول یا قرن اول کے لوگ یعنی "صحابہ کرام" کی عظمت و منزلت کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں، ان کی تعظیم و تکریم کرنا ہر امتی پر لازم ہے۔

یہ حکم ان کی زندگی میں بھی ہر مسلمان کے لئے تھا اور ان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہا اور قیامت تک اسی طرح باقی رہے گا، کوئی شخص علم و فضل ذہانت و ذکاوت تقوی و پرہیزگاری اور عزیمت و استقامت کے کتنے ہی بلند سے بلند تر مقام پر پہنچ جائے مگر وہ "صحابیِ رسول" کا ہمسر نہیں ہو سکتا، صحابیِ رسول پر تنقید کے نشتر نہیں چلا سکتا اور نہ ہی صحابہ کرام کے عمل و کردار پر نکتہ چینی کر سکتا ہے۔

اگر کوئی شخص ایسی جرأت کرتا ہے تو وہ ارشاد رسول ﷺ کے خلاف کرتا ہے اور صحابہ کرام کی عزت و حرمت مجروح کرنے کے سبب اپنا ایمان خطرہ میں ڈالتا ہے۔ بلاشبہ صحابہ کرام امت کے وہ سب سے برگزیدہ اور نیک ترین فرد ہیں جو بارگاہ رسالت کے مصاحب خادم اور حاضر باش تھے۔ جو ذات رسالت پناہ ﷺ کے علم و عمل کے براہ راست خوشہ چین اور تربیت یافتہ تھے، ان میں سے جن لوگوں کو صحبت و خدمت کا شرف حاصل نہیں ہوا اور محض جمال باکمال کے دیدار ہی کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ ان کا مقام بھی امت کے بڑے سے بڑے عالم و فاضل عابد و زاہد اور غازی و مجاہد سے بڑھ کر ہے۔

ہمیں مسلمان ہونے کے ناطے حضرات صحابہ کرامؓ کا شرعی مقام و مرتبہ معلوم ہونا چاہیے کہ ان لوگوں پر نظر انتخاب اللہ نے ڈالی ہے، یہ لوگ آپ ﷺ کے یمین و یسار رہتے تھے تو اللہ نے ان کا انتخاب کیا ہے، اللہ نے انہیں یہ شانیں اور مقام دیا ہے اس لیے ان کی عزت، ان کا ادب اور اکرام مسلمان پر لازم ہے۔

صَحابہ کرام کو گالی دینا منع

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ«بخاری ومسلم»

میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اگر تم میں کوئی شخص اُحد پہاڑ برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کے ایک مد یا نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔

تشریح۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو برا کہا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ وغیرہ کو خطاب کرکے فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔

جب صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو اچھے الفاظ سے یاد نہ کریں، ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں تو زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ایک دوسرے کی بے اکرامی اور بے توقیری سے روک دے تو سوچنے کا مقام یہ ہے کہ کوئی ایرا غیرا نتھو خیرا صحابہ کرام کو برا بھلا کہے تو وہ کس قدر معتوب اور مغضوب ہو گا۔

پس "میرے صحابہ" سے وہ مخصوص صحابہ مراد ہیں جو ان مخاطب صحابہ یعنی حضرت خالد بن ولیدؓ وغیرہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں "تم" کے ذریعہ پوری امت کو مخاطب کیا گیا ہو اور چونکہ نور نبوت نے پہلے ہی یہ دیکھ لیا تھا کہ آگے چل کر میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے، جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہیں گے، ان کی شان میں گستاخیاں کریں گے۔

اس لے حضرت نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں احترام صحابہؓ کے جذبات کو بیدار کرنے کے لئے حکم دیا کہ کوئی شخص میرے کسی صحابی کو برا نہ کہے، جو برا کہے گا وہ لعنتی ہو گا، بلکہ اس پر لعنت بھیجنے کا حکم بھی دیا۔

یہاں حدیث میں مد کا لفظ آیا ہے، مد اس زمانہ کے ایک پیمانہ کا نام تھا جس میں سیر بھر کے قریب جو وغیرہ آتا تھا، حدیث کے اس جزء کی مراد ان صحابہ کے بلند و بالا مقام و مرتبہ کا تعین کرنا ہے کہ ان لوگوں کے کمال اخلاص وللٰہیت کی بناء پر ان کا چھوٹا سا نیک عمل اپنے بعد والوں کے اسی طرح کے بڑے سے بڑے نیک عمل پر بھاری ہے۔

ان صحابہؓ میں سے کوئی شخص سیر بھر یا آدھ سیر جو وغیرہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اس عمل پر ان کو جتنا ثواب ملتا ہے اتنا ثواب ان کے بعد والوں کو اس صورت میں بھی نہیں مل سکتا کہ اگر وہ اللہ کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اخلاص و صدق نیت اور جذبہ ایثار وللٰہیت کا جو کمال ان کے اندر تھا وہ بعد والوں کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کا مال خالص طیب و پاکیزہ ہوتا تھا اور ان کی اپنی حاجتیں وضرورتیں اس بات کا تقاضا کرتی تھیں کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کریں لیکن اس کے باوجود اپنی استطاعت کے مطابق وہ اللہ کی راہ میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کرتے اور اپنی تمام ضرورتوں کو پس پشت ڈال دیتے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی طرف سے صحابہ کرام کو بے وقوف کہے جانے پر سخت ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں بھی بے وقوف قرار دیا ہے، یہاں نبی کریم ﷺ نے اپنی پاک زبان سے منع فرمایا کہ صحابہ کو گالی نہ دو، جو گالی دے گا وہ ارشاد رسالت مآب ﷺ کی مخالفت کرے اور آپ ﷺ کے فرمان گرامی کی بے اکرامی اور بے توقیری کرنے والا مسلمان نہیں رہتا۔

صحابہ کرام اور دوزخ کی آگ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَو رأَى مَن رَآنِي» . «ترمِذِيّ»

اس مسلمان کو (دوزخ کی) آگ نہ چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا ہو یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجھ کو دیکھا۔

تشریح۔ صحابی اسی خوش نصیب انسان کو کہا جاتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا ہو اور ایمان کی حالت میں اس دنیا سے رختِ سفر باندھا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں بشارت دے دی کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا ہو اسے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی، یعنی صحابہ کرامؓ کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی، اسی طرح حضرات صحابہ کرامؓ کا دیدار کرنے والے تابعین کو بھی دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی، یہ ان لوگوں کے عظیم مرتبے اور مقام کی بات ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، ایک مقام پر ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ ان کے لیے جنت ہے۔

یہی وہ لوگ تھے جن کو سچے مومن کہا گیا، یہی وہ لوگ تھے جنہیں کامیاب و کامران ہونے کا سرٹیفکیٹ دیا گیا، جن کو بہترین امت کہا گیا، جنہیں امت وسط کے خطاب سے نوازا گیا، جنہیں انبیاء کرامؑ کے خدائی گواہ قرار دیا گیا، کچھ ایسے خوش نصیب تھے جن کے نام لے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جنتی قرار دیا، ان میں حضرات عشرہ مبشرہ ہیں، جن کو جنت کی بشارت دی گئی۔

صحابہ کو نشانہ ملامت نہ بناؤ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ۔(ترمذی)

اللہ سے ڈرو، پھر اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے حق میں، میرے بعد تم ان (صحابہ) کو نشانہ ملامت نہ بنانا (یاد رکھو) جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے، تو میری وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے، تو وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کے سبب ان کو دشمن رکھتا ہے۔ اور جس شخص نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے گویا مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے گویا اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس شخص نے اللہ کو اذیت پہنچائی تو وہ دن دور نہیں جب اللہ اس کو پکڑے گا۔

تشریح۔ اللہ سے ڈرو" یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید و مبالغہ کے لئے دو بار ارشاد فرمائے، صحابہؓ کے حق میں اللہ سے ڈرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی عزت و توقیر کی جائے۔ ان کی عظمت و فضیلت کو ہر حالت میں ملحوظ رکھا جائے اور صحبت رسول کا جو بلند ترین مقام ان کو حاصل ہے اس کا حق ادا کیا جائے۔

"نشانہ ملامت نہ بناؤ" کا مطلب یہ ہے کہ ان کی طرف بد گوئی کے تیر مت پھینکو، ان کی عظمت کے منافی کوئی بات زبان سے نہ نکالو، ان کی عیب جوئی اور نکتہ چینی سے پرہیز کرو۔

"میری وجہ سے ان کو دوست رکھتا ہے" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ان کو دوست رکھنے والا اس سبب سے دوست رکھتا ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔

یا یہ مطلب ہے کہ ان کو دوست رکھنے والا اس سبب سے دوست رکھتا ہے۔ کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں یہ مطلب اگلے جملہ کے سیاق میں زیادہ موزوں ہے، بہر حال اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ میرے صحابہ کو دوست رکھنے والا مجھ کو دوست رکھنے والا ہے اور میرے صحابہ کو دشمن رکھنے والا مجھ کو دشمن رکھنے والا ہے۔

حق تعالیٰ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے رسول سے بھی محبت ہو اور رسول سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے آل واصحاب سے بھی محبت ہو۔

"جب اللہ اس کو پکڑے گا" کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص اپنے اس جذبہ و عمل کے ذریعہ یہ ظاہر کرے گا کہ گویا وہ اللہ کو اذیت پہنچانے کے درپے ہے تو وہ شخص اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکے گا یعنی آخرت میں تو وہ عذاب خداوندی میں گرفتار ہو گا ہی اس دنیا میں بھی اس کو عذاب بھگتنا پڑ سکتا ہے۔

صحابہ اور کھانے میں نمک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَثَلُ أَصْحَابِي فِي أُمَّتِي كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ لَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ إِلَّا بِالْمِلْحِ

میری امت میں میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی طرح ہے، کھانا نمک کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتا۔

شرح السنہ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ

فَقَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَيْفَ نَصلُحُ؟ «شرح السنہ»

ہمارا نمک جاتا رہا ہم کیسے ٹھیک ہو سکتے ہیں؟

تشریح: یہاں صحابہ کرامؓ کو نمک کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی بلکہ من بعض الوجوہ ہوتی ہے، جیسے نمک کھانے میں کم ہونے کی صورت

میں بھی کھانا ذائقہ دار نہیں ہوتا اور بہت زیادہ پڑ جانے کی صورت میں بھی کھانا بدذائقہ ہو جاتا ہے بلکہ فی زمانہ تو نمک کی زیادتی سے بلڈ پریشر جیسی بیماری زور پکڑ لیتی ہے جو انسانی جسم میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔

عارف باللہ حضرت حسن بصریؒ نے اس حدیث کو سن کر اپنا جو تاثر بیان کیا اس کا مطلب یہ تھا کہ امت کے درمیان صحابہؓ کا وجود چونکہ امت کے بناؤ اور سنوار کا ضامن تھا اس لئے اب جب کہ صحابہؓ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ہم اچھے اور سنورے ہوئے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ متوفی ۱۱۰ھ کے اس تاثر میں زبردست حسرت ہے اور انہوں نے اس حسرت کا اظہار اس حقیقت کے باوجود کیا کہ ان کے زمانہ میں کچھ صحابہؓ موجود تھے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اس حسرت آمیز قول کو نقل کرنے کے بعد بڑی عارفانہ بات کہی ہے کہ

نَصْلُحُ بِكَلَامِهِمْ وَرِوَايَاتِهِمْ وَمَعْرِفَةِ مَقَامَاتِهِمْ وَحَالَاتِهِمْ وَبِالِاقْتِدَاءِ بِأَخْلَاقِهِمْ وَصِفَاتِهِمْ، فَإِنَّ الْعِبْرَةَ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ دُونَ صُوَرِهِمْ وَذَوَاتِهِمْ

ہم ان کے ارشادات، ان کی روایات، ان کے عالی مقامات اور روشن حالات، ان کے بلند اخلاق اور تابناک صفات کی پیروی کرتے ہوئے درست ہو سکتے ہیں، ان چیزوں کا اعتبار اصل میں انہی چیزوں کا ہے ذوات و اجسام کا نہیں ہے۔

صحت مند لوگوں کے کھانے میں نمک مزیدار ہوتا ہے، کھانے میں نمک کم ہو تو وہ مزید طلب کرتے ہیں، مگر بیمار آدمی کی زبان پر جب نمک آتا ہے تو وہ فوراً ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے، انسانوں میں بھی کچھ ایسے بدنصیب، بدبخت، شپرہ چشم ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا نام آتے ہیں ان کی تیوری بدل جاتی ہے، ناک چڑھ جاتی ہے۔

صحابہ قائد اور نور ہیں

عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا

مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَنُورًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ«ترمذی»

میرے صحابہ میں سے جو جس زمین میں مرے گا وہ اپنی قبر سے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس زمین کے لوگوں کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جانے والا ہو گا اور ان کے لئے نور (یعنی جنت کا راستہ دکھانے والا) ہو گا۔

تشریح۔ حضرت عبداللہ بن بریدہؓ کے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تھے، جو مشہور صحابی ہیں، یہ روایت انہی کی ہے۔ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن مزینؓ سے ایک روایت پیش کی ہے، جس میں حضرت عامر بن اکوعؓ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ وادی قُریٰ (مکہ) میں فوت ہوگئے تو نبی کریم ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا

إِنَّهُ لَا يَمُوتُ رَجُلٌ مِن أَصْحَابِي بِبَلَدٍ مِنَ الْبُلدَانِ إِلَّا بَعَثَهُ الله يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَيِّدُ أَهل ذَلِكَ الْبَلَد«البیان والتعریف فی اسباب ورود الحدیث الشریف»

میرے صحابہؓ میں سے کوئی آدمی اگر شہروں میں سے کسی شہر میں فوت ہو گا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اس شہر کا سردار بنا کر اٹھائیں گے۔

محمد بن اسماعیل صنعانی رحمۃ اللہ علیہ جامع الصغیر کی شرح میں لکھتے ہیں

کوئی صحابی کسی زمین میں فوت ہو گا تو قیامت کے دن اسے اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ وہ جنت میں جانے تک اس زمین والوں کا قائد ہو گا اور ان کے لیے روشنی ہو گا، یہ فضیلت اس زمین والے لوگوں کی ہے جس میں وہ صحابی دفن ہوا ہو گا۔(التیسیر)

علامہ عبدالرووف مناوی قاہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جو صحابہ کسی جگہ فوت ہو گا وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے روشنی ہو گا، یعنی وہ روشنی جو ان کے آگے چلے گی وہ اس کی روشنی میں چلتے جائیں گے، یہ اطلاق مرد اور عورت دونوں پر ہو گا۔(فیض القدیر شرح جامع الصغیر)

علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں

فوت ہونے سے مراد کسی زمین میں دفن ہونا ہے، یعنی وہ صحابی جس زمین میں دفن ہو گا ان لوگوں کے لیے قیامت کے دن قائد اور روشنی ہو گا۔(لمعات التنقیح)

ڈیڑھ لاکھ کے قریب صحابہ کرامؓ تھے، جن کی اکثریت مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلی اور مدینہ شریف کے قبرستان جنت البقیع میں آسودہ خاک ہے، مگر عرب ممالک میں جگہ جگہ صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں، افریقی ممالک میں صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں، برصغیر میں صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں، یہ لوگ دین کا درد و غم لے کر اپنے گھروں سے نکلے تھے، دشوار گزار گھاٹیاں اور راستے عبور کیے، صحراؤں کو پاؤں تلے روندا، سنگلاخ چٹانیں عبور کیں، کوہ ودشت چھان مارے اور قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کیں، بلوچستان میں پنجگور نامی مقام پر پانچ صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں، کے پی کے میں لکی مروت کے قریب گنڈی خان خیل میں صحابہ کرامؓ کی قبریں ہیں، برصغیر میں بہت سے مقامات پر صحابہ کرامؓ آسودہ خاک ہیں۔

از روئے حدیث شریف صحابہ کرامؓ نجوم ہدایت تھے، ستاروں کو دیکھ کر لوگ سمندری راستے اختیار کرتے تھے، اسی طرح سطح زمین پر صحابہ کرامؓ انسانی وجود و سراپا میں وہ انسانی ستارے تھے جو آفتاب نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشنی لے کر آگے پھیلاتے تھے، ان کو دیکھ کر، ان کے ارشادات سن کر، ان کی زندگیوں کو مشعل راہ بنا کر، ان کی روایات سن کر ایک گم گشتہ راہ اپنا راستہ اختیار کرتا ہے اور اپنی منزل کی تلاش میں نکل پڑتا ہے، اسی طرح آخرت میں بھی یہی قائد ہوں گے۔

شاتمِ صحابہؓ کو جواب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

إذا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُم《ترمذی》

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو گالی دیتے ہیں تو تم کہو اللہ تعالیٰ تمہارے شر پر لعنت کرے۔

تشریح : یہاں اگرچہ دیکھنے کے الفاظ ذکر فرمائے گئے ہیں کہ جب تم کسی شاتم صحابہؓ کو دیکھو تو اس کے شر پر لعنت کرو، رُویت (دیکھنے) سے مراد عام ہے خواہ آنکھوں سے دیکھا جائے، کانوں سے سنا جائے، یا کسی نے آج کے دور میں پمفلٹ، کتابچہ، کتاب یا کسی اشتہار یا جلسہ میں تقریر کے دوران صحابہ کرامؓ کو گالی دی ہو تو تم ان سب کے شر پر، ان کی برائی پر، ان کے سب و شتم پر لعنت بھیجو۔

شارح مشکوۃ ملا علی قاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ لَعْنَهُمْ يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ، فَإِنَّهُمْ أَهْلُ الشَّرِّ وَالْفِتْنَةِ، وَأَنَّ الصَّحَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ الْمُسْتَحِقِّينَ لِلرِّضَا وَالرَّحْمَةِ《مرقات》

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا کہنے والے کی برائی (لعنت) خود اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے کیونکہ فتنہ و شر والا تو وہی ہوتا ہے۔ جب کہ صحابہؓ اہل خیر میں سے ہیں اور اس اعتبار سے وہ صرف رضا اور رحمت کے مستحق ہیں۔

نیز حدیث میں مذکور حکم اس امر کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس شخص (جو صحابہ کو برا کہے) کی ذات پر لعنت کرنے کے بجائے اس کے فعل پر لعنت کرنا احتیاط کے قریب ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے توقیری اور بے تعظیمی کسی صورت برداشت نہیں کی جا سکتی، اللہ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برداشت نہیں کی تو اللہ اور رسول اللہ کے ماننے والے مسلمان بھی دشمنان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخانہ باتیں برداشت نہیں کر سکتے۔

ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے کہ :

إِنَّ شِرَارَ أُمَّتِي أَجْرَؤُهُمْ عَلَى أَصْحَابِي۔

بے شک میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہؓ کے گستاخ ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے

يَظْهَرُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَمَّوْنَ الرَّافِضَةَ يَرْفُضُونَ الْإِسْلَامَ (مسند احمد)

آخری زمانے میں ایک قوم ظاہر ہو گی جن کو رافضی کہا جائے گا وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔

امالی ابن بشران میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے

يَكُونُ قَوْمٌ يُسَمَّوْنَ الرَّافِضَةَ، يَرْفُضُونَ الْإِسْلَامَ (امالی ابن بشران)

ایک قوم ہو گی جو رافضی کہلائی گی، اسلام چھوڑ دے گی۔ (السنہ لابن ابی عاصم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ

كَانَتْ لَيْلَتِي، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِي فَجَاءَتْ إِلَيَّ فَاطِمَةُ مُسَلِّمَةً، فَتَبِعَهَا عَلِيٌّ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: " أَبْشِرْ يَا عَلِيُّ، أَنْتَ وَأَصْحَابُكَ فِي الْجَنَّةِ، إِلَّا أَنَّ مِمَّنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ يُحِبُّكَ، قَوْمٌ يَرْفُضُونَ الْإِسْلَامَ، يَلْفُظُونَهُ، يُقَالُ لَهُمُ: الرَّافِضَةُ، فَإِذَا لَقِيتَهُمُ فَجَاهِدْهُمْ، فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الْعَلَامَةُ فِيهِمْ؟ قَالَ: «لَا يَشْهَدُونَ جُمُعَةً، وَلَا جَمَاعَةً، وَيَطْعَنُونَ عَلَى السَّلَفِ» (السنہ لابن عاصم

میری باری تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تھے کہ حضرت فاطمہ سلام کرنے آئیں، ان کے پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک

اٹھایا، پھر فرمایا، اے علی! تجھے خوشخبری ہو کہ تو اور تیرے ساتھی جنتی ہیں، ہاں مگر وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ وہ تیرے ساتھ محبت رکھتے ہیں وہ ایک قوم ہے جو اسلام چھوڑ جائے گی، وہ اس کا تلفظ ہی کریں گے، انہیں رافضی کہا جائے گا، جب تیری ان سے ملاقات ہو تو ان سے لڑائی کر، وہ مشرک لوگ ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان میں کون سی نشانی ہو گی؟ فرمایا کہ وہ لوگ جمعہ میں حاضر نہیں ہوں گے، جماعت میں شریک نہیں ہوں گے، وہ پچھلے لوگوں پر طعن کریں گے۔

المخلصیات میں ام سلمہ کی اسی روایت میں اصحابک کی جگہ شیعتک ہے جس کا معنٰی متعارف شیعہ نہیں ہے بلکہ اصحابک کے معنٰی میں ہے، شیعہ کا لغوی معنٰی گروہ ہے، کیونکہ اُس وقت متعارف شیعہ کا وجود نہیں تھا۔

اس دنیا میں ایسے لوگوں کا پیدا ہونا، جو بعض جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا کہتے ہیں جیسے روافض یا بعض جلیل القدر اہل بیت کے بارے میں برے عقائد و خیالات رکھتے ہیں اور بدگوئی کرتے ہیں جیسے خوارج، شاید اس حکمت کے تحت ہے کہ جب وہ جلیل القدر ہستیاں اس دنیا سے رخصت ہو گئیں اور ان کے نیک اعمال کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو حق تعالیٰ نے چاہا کہ ان کے نامہ اعمال میں ثواب کا اضافہ ہمیشہ جاری رہے تاکہ جنت میں ان کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے رہیں اور ان کے دشمن سخت سے سخت اور زیادہ سے زیادہ عذاب سے دوچار ہوں۔ لہٰذا ان جلیل القدر ہستیوں کو برا کہنے والے ان کے ثواب کے اس اضافہ کا سبب بنتے ہیں اور خود اپنے گرد عذاب کا گھیرا سخت سے سخت کرتے جاتے ہیں۔

☼☼

مشاجراتِ صحابہؓ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے

سَأَلْتُ رَبِّي عَنِ اخْتِلَافِ أَصْحَابِي مِنْ بَعْدِي، فَأَوْحَى إِلَيَّ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ، بَعْضُهَا أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ، وَلِكُلٍّ نُورٌ، فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِي عَلَى هُدًى قَالَ: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ، فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ» (رَوَاهُ رَزِينٌ،مشکوٰۃ)

میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف کے بارے میں پوچھا جو (شریعت کے فروعی مسائل میں) میرے بعد واقع ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مجھ کو آگاہ کیا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت یہ ہے کہ تمہارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے، (جس طرح) ان ستاروں میں سے اگرچہ بعض زیادہ قوی یعنی زیادہ روشن ہیں لیکن نور (روشنی) ان میں سے ہر ایک میں ہے (اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق نور ہدایت رکھتا ہے) پس جس شخص نے (علمی و فقہی مسائل میں) اس اختلاف میں سے جس چیز کو بھی اختیار کر لیا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ستاروں کی مانند ہیں (پس تم ان کی پیروی کرو) ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

تشریح: ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے "کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح گھپ اندھیری رات میں آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے مسافروں کو دریا و جنگل کے راستوں کا نشان بتاتے ہیں جس کی طرف قرآن کریم نے ان الفاظ میں

{وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ} [النحل: ١٦]

(اور ستاروں کے ذریعہ وہ راستہ پاتے ہیں)

میں اشارہ کیا ہے۔اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی سچائی کے راستے کو ظاہر کرنے اور برائی کے اندھیروں کو دور کرنے والے ہیں کہ ان کے نورانی وجود، ان کے اخلاق و کردار اور ان کی روایات و تعلیمات کی روشنی میں راہ حق نمودار ہوتی ہے اور بدی کا اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔

فَهُوَ عِنْدِي عَلَى هُدًى: وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے ، اس پر ملا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ

وَفِيهِ أَنَّ اخْتِلَافَ الْأَئِمَّةِ رَحْمَةٌ لِلْأُمَّةِ

اس سے ثابت ہوا کہ ائمہ دین کا باہمی اختلاف امت کے لئے رحمت ہے۔

لیکن علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ

الْمُرَادُ بِهِ الِاخْتِلَافُ فِي الْفُرُوعِ لَا فِي الْأُصُولِ

اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو دین کے فروعی وذیلی مسائل میں ہو نہ کہ اصول دین میں۔(مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح)

سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

الِاخْتِلَافُ الَّذِي فِي الدِّينِ مِنْ غَيْرِ اخْتِلَافٍ لِلْغَرَضِ الدُّنْيَوِيِّ، فَلَا يُشْكِلُ بِاخْتِلَافِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ فِي الْخِلَافَةِ وَالْإِمَارَةِ(مرقات شرح مشکوٰۃ)

بظاہر یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ اس حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جس اختلاف کی طرف اشارہ ہے، اس سے وہ اختلاف مراد ہے۔ جو دینی معاملات و مسائل میں رونما ہوا نہ کہ وہ اختلافات جو دینوی معاملات میں رونما ہوئے۔

شارح مشکوۃ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وضاحت کی روشنی میں اس اختلاف پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا، جو خلافت وامارت کے سلسلہ میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان رونما ہوئے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ خلافت وامارت سے متعلق رونما ہونے والے اختلافات بھی "فروع دین میں اختلاف" کے زمرہ میں آتے ہیں کیونکہ اس بارے میں ان کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا وہ اجتہادی تھا نہ کہ کسی دنیاوی غرض اور نفسانی جذبہ وخواہش کے تحت، جیسا دنیاوی بادشاہوں کے ہاں ہوتا ہے۔

فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ: جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے ، چونکہ ولکل نور (نور ان میں سے ہر ایک میں ہے) کے ذریعہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ ہر صحابی اپنے اپنے مرتبہ واستعداد کے مطابق علم فقہ کا نور ہدایت ضرور رکھتا ہے اور اس اعتبار سے کوئی بھی صحابی دین و شریعت کے علم سے خالی نہیں ہے، اس لئے جو بھی صحابی اپنے مرتبہ و استعداد کے مطابق دین و شریعت کی جو بھی بات بیان کرتا ہے، اس کی پیروی ہدایت کی ضامن ہوگی۔ (مرقات شرح مشکوۃ المصابیح)

محمد علی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے مگر اس ضعف کا نقصان نہیں ہے، معمول بہ ہے۔

شانِ صحابہؓ اور امت

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان و منقبت واضح ہو جاتی ہے، ان دو نصوص کی موجودگی میں کسی تیسری نص کی قطعاً ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، مگر آسمان نبوت کے ستاروں کی جگمگاہٹ اور چمک دمک نے ایک دنیا کو حیرہ کرر کھاہے، ان کی فداکارانہ، رضاکارانہ اور خادمانہ اسلامی سرگرمیوں کے باعث ہر زبان ان کی مدح سرائی کرنے پر مجبور ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان: سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، فَلَمَقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمْرَهُ《فضائل الصحابہ لاحمدبن حنبل》

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گالی نہ دو، ان میں سے ایک ایک صحابی کی ایک گھڑی تمہاری ساری زندگی کے عمل سے بہتر ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے فرمان میں یوں ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنا چھوڑ دو کیونکہ ان میں سے ایک ایک صحابی کی ایک گھڑی تمہاری چالیس سالہ عبادت سے بہتر ہے۔(فضائل صحابہ)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان: حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ، فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَمَرَ بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ، وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُمْ سَيُقْتَلُونَ《فضائل الصحابہ》

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو گالی نہ دو کیونکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے استغفار کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ لوگ عنقریب شہید کیے جائیں گے۔

سعید بن المسیبؓ کا فرمان: حضرت علی بن زیدؒ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ اپنے خادم سے کہیں کہ اس شخص کے چہرے کی طرف دیکھے، میں نے عرض کیا کہ آپ ہی کچھ بتادیں، تو حضرت سعید بن المسیبؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے چہرے کو سیاہ کر دیا ہے، میں نے پوچھا کہ وہ کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کی عزت اچھالتا تھا، میں نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا، مگر یہ باز نہ آیا تو پھر میں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی

إِنَّ هَذَا رَجُلٌ قَدْ سَوَّدَ اللَّهُ وَجْهَهُ، قُلْتُ: وَلِمَهْ؟ قَالَ: كَانَ يَقَعُ فِي عَلِيٍّ، وَطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرِ، فَجَعَلْتُ أَنْهَاهُ، فَجَعَلَ يَأْبَى، فَقُلْتُ: اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَهُمْ سَوَابِقُ وَقَدَمٌ، فَإِنْ كَانَ مُسْخِطًا لَكَ مَا يَقُولُ فَأَرِيهِ وَاجْعَلْهُ آيَةً قَالَ: فَسَوَّدَ اللَّهُ وَجْهَهُ(فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل)

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ لوگ نیکیوں میں آگے بڑھنے والے اور آگے جانے والے ہیں، اگر یہ بندہ جو کچھ کہتا ہے تجھے وہ چیز ناراض کرتی ہے تو پھر اسے دکھادے اور اسے نشانِ عبرت بنادے، فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا چہرہ سیاہ کر دیا۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا

أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَمَثَلِ الْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ

تم لوگوں میں ایسے ہو جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ اس فرمان پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ

وَهَلْ يَطِيبُ الطَّعَامُ إِلَّا بِالْمِلْحِ؟

کیا کھانا نمک کے بغیر اچھا لگتا ہے؟

پھر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فَكَيْفَ بِقَوْمٍ قَدْ ذَهَبَ مِلْحُهُمْ؟

اس قوم کا کیا بنے گا جس کا نمک جاتا رہا؟

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: امام، علامہ، حافظ، فقیہ، تلمیذ امام احمد بن حنبل ابوالحسن عبدالملک بن عبدالحمید بن عبدالحمید بن شیخ الجزیرہ میمون بن مہران میمونی الرقی (کبار ائمہ سے ہیں) فرماتے ہیں

ثَلَاثٌ اُرْفُضُوهُنَّ: سَبُّ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّظَرُ فِي النُّجُومِ، وَالنَّظَرُ فِي الْقَدَرِ «فضائل الصحابه لاحمد بن حنبل»

تین چیزیں چھوڑ دو، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینا، علم نجوم (ستاروں کو مؤثر سمجھ کر غیب دانی کا علم حاصل کرنا) اور تقدیر میں بحث و کرید کرنا۔

احمد بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: ابوالعباس احمد بن یعقوب اصطخریؒ نے اپنے رسالہ میں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہترین لوگ ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں، ان کے بعد عثمانؓ ہیں، ان کے بعد علیؓ ہیں، یہ لوگ خلفائے راشدین مہدیینؓ ہیں، پھر ان چار کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے صحابہؓ بہترین ہیں، کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے بارے میں کسی طرح برائی کا تذکرہ کرے اور نہ کسی کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے کسی کے عیب و نقص کے ساتھ طعن و تشنیع کرے۔

جو شخص صحابہؓ پر طعن و تشنیع اور عیب جوئی کرے بادشاہ وقت پر لازم و واجب ہے کہ وہ اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرے اور اسے سزا دے، بادشاہِ وقت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس شخص کو معاف کرے، بلکہ اس کا کام ہے کہ اسے سزا دے اور اس سے توبہ کروائے، اگر وہ توبہ کرلے تو اس سے توبہ قبول کرلی جائے اگر وہ اپنے اس جرم پر قائم رہے تو پھر اسے دوبارہ سزا دے، اور ہمیشہ کے لیے اسے جیل میں ڈال دے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے یا اپنے اس جرم سے رجوع کر لے۔ (الصارم المسلول علی شاتم الرسول)

اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: حضرت اسحاق بن راہویہؒ فرماتے ہیں
مَن شَتَمَ أَصحَابَ النَّبي صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُعَاقَبُ وَيُحبَسُ«الصارم»
جو شخص نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو گالی دے اسے سزا دی جائے گی اور اسے جیل میں ڈالا جائے گا۔

عمر بن عبد العزیزؒ کا عمل: مشہور تابعی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے بارے میں حارث بن عتبہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو حضرت عثمان ذی النورینؓ کو گالی دیتا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں حضرت عثمانؓ کو گالی دیتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ان سے بغض رکھتا ہوں اس لیے انہیں گالی دیتا ہوں، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے پوچھا کہ کیا اگر تو کسی شخص سے بغض رکھے گا تو اسے گالی دے گا؟ چنانچہ انہوں نے اس شخص کو تیس کوڑے مارنے کا حکم دیا۔(الصارم المسلول علی شاتم الرسول مصنفہ ابن تیمیہ)

حضرت ابراہیم بن میسرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو نہیں دیکھا کہ کبھی بھی انہوں نے کسی شخص کو مارا ہو، سوائے اس آدمی کے جس نے حضرت امیر معاویہؓ کو گالی دی تو عمر بن عبد العزیزؒ نے اسے کوڑے مارے۔(ایضاً)

عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ کا عمل : حضرت ابو عبدالرحمان عاصم احول بن سلیمانؒ اہل بصرہ میں سے تھے، ثقہ امام تھے، ابو جعفر کے زمانہ خلافت میں مختلف علاقوں کے گورنر رہے، مدائن کے قاضی تھے فرماتے ہیں کہ

میرے پاس ایک شخص کو لایا گیا جو حضرت عثمانؓ کو گالی دیتا تھا، میں نے اسے دس کوڑے مارے، پھر جب دوبارہ اس نے حضرت عثمانؓ کو گالی دی تو اسے دوسری بار دس کوڑے مارے، مگر وہ تسلسل سے حضرت عثمانؓ کو گالی دیتا رہا، یہاں تک کہ میں نے اسے ستر کوڑے مارے۔(الصارم المسلول علی شاتم الرسول)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

علامہ علی بن حجر ہیتمیؒ نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ میں سراج الائمہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

فَمَذهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِي الله عَنهُ أَنَّ مَن أَنكَر خِلَافَةَ الصِّدِّيق أَو عُمَر فَهُوَ كَافِرٌ«اَلصَّوَاعِقُ المُحرقَه لابن حجرہیتمی »

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مَن شَتَمَ النَّبي صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ وَمَن سَبَّ أَصحَابَهُ أُدِّبَ

جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کو گالی دی اس کو تادیب کی جائے گی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان: ابوالحسن میمونی فرماتے ہیں کہ مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

يَا أَبَا الحَسَن إذَا رَأَيتَ أَحَدًا يَذكُرُ أَصحَابَ رَسُول اللهِ صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ بِسُوءٍ فَاتَّهِمه عَلَى الإسلَامِ«الصارم المسلول»

اے ابوالحسن! جب تو کسی کو دیکھے کہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برائی سے یاد کرتا ہے تو اس کے اسلام میں شک کرو۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص پر تعزیر لاگو کرنے کی نص پیش فرمائی ہے، اسے کوڑے مار کر توبہ کروائی جائے گی، اگر وہ باز نہ آئے تو اسے جیل میں ڈالا جائے گا، یہاں تک کہ وہ مر جائے یا اپنے فعل سے رجوع کر لے، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو اس پر نہیں سمجھتا۔ (الصارم المسلوم علی شاتم الرسول)

عبدالملک بن حبیبؒ کا فرمان: عبدالملک بن حبیبؒ فرماتے ہیں کہ شیعوں میں سے جس نے حضرت عثمانؓ کے بغض اور تبریٰ میں غلو کیا تو اسے سخت ادب سکھایا جائے گا، جس نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بغض میں زیادتی کی تو اسے سخت ترین سزا دی جائے گی، اسے بار بار پیٹا جائے گا، اس کو لمبا عرصہ جیل میں ڈالا جائے گا یہاں تک کہ وہ جیل میں ہی مر جائے، ہاں نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کی صورت میں ایسے شاتم رسول کو قتل کر دیا جائے گا۔ (الصارم المسلول)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت: تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن ابی القاسم بن محمد بن تیمیہ الحرانی الحنبلی الدمشقی اپنی معرکۃ الآراء اور مایہ ناز کتاب الصارم المسلوم علی شاتم الرسول میں ارشاد فرماتے ہیں

وَقَد قَطَّعَ طَائِفَةٌ مِّنَ الفُقَهَاءِ مِن أَهل الكُوفَةِ وَغَيرِهِم بقَتل مَن سَبَّ الصَّحَابَةَ وَكَفَّرَ الرَّافِضَةَ«الصارم المسلول على شاتم الرسول»

کوفہ کے فقہاء میں سے ایک جماعت نے حضرات صحابہ کرام کو گالی دینے پر قطعی قتل کا حکم دیا ہے جب کہ رافضہ کو کافر قرار دیا ہے۔

نیز ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فَسَبُّ أَصحَاب رَسُول اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ حَرَامٌ بالكِتَاب وَالسُّنَةِ

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو گالی دینا کتاب و سنت کی روشنی میں حرام ہے۔

محمد بن یوسف فریابیؒ کا فرمان: محمد بن یوسف فریابیؒ سے پوچھا گیا کہ جو شخص حضرت ابو بکرؓ کو گالی دے اس کا کیا حکم ہے فرمایا کہ وہ کافر ہے، پوچھا گیا کہ کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ فرمایا کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، ان سے سوال ہوا کہ جب وہ لا الہ اللہ پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ایسے شخص کو تم ہاتھ نہ لگاؤ بلکہ اسے لکڑی کے ساتھ دھکیلو اور اسے گڑھے میں چھپا دو۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ

علامہ علی بن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ الصواعق المحرقہ میں فرماتے ہیں

اِعلَم أَنَّ الَّذِي أَجمَعَ عَلَيهِ أَهلُ السُّنَّةِ وَالجَمَاعَةِ أَنَّهُ يَجِبُ عَلَى كُلِّ أَحَدٍ تَزْكِيَةَ جَمِيعُ الصَّحَابَةِ بِإِثْبَاتِ العَدَالَةِ لَهُم وَالكَفُّ عَن الطَّعنِ فيهم وَالثنَاءِ عَلَيهم فَقَد أَثنىٰ اللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَلَيهِم فِي آيَاتٍ مِّن كِتَابِهِ

جان لیجیے: جس بات پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص پر یہ بات واجب ہے کہ وہ تمام صحابہ کرامؓ کی صفائی بیان کرے، ان کی عدالت کا اثبات کرے، ان کے بارے میں طعن و تشنیع سے باز رہے، ان کی تعریف و ثناء کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم میں ان کی صفت و ثناء بیان کی ہے۔(الصواعق)

اختتام

قرآن کریم کی نورانی آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ارشادات کا سلسلہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں ابھی اختتام پذیر نہیں ہوا، ہمارے صفحات ختم ہو گئے ہیں، ہم ان محدود صفحات پر جو کچھ پیش کرنا چاہتے تھے تاحال وہ پیش نہیں کیا جاسکا، ان مختصر آیات اور مختصر احادیث پر ہم مجبوراً اکتفا کر رہے ہیں، ان شاء اللہ میرے رب کی نصرت، مدد اور یاوری شامل حال رہی تو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں فضائل الصحابہ پر مفصل مضمون پیش کروں گا، احباب سے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے، اللہ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔آمین یارب العالمین

خادم اسلام، **محمود الرشید حدوٹی**، حال وارد حدوٹ مری، ۲۳ جولائی ۲۰۱۹ء